صریح ایمان

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَسَاَلُوْهُ اِنَّا نَجِدُ فِیْ اَنْفُسِنَا مَا یَتَعَاظَمُ اَحَدُنَا اَنْ یَّتَکَلَّمَ بِهٖ قَالَ ((اَوَ قَدْ وَجَدْتُّمُوْهُ)) قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ ((ذَاكَ صَرِیْحُ الْاِیْمَانِ)) [رواہ مسلم]

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چند (بعض) صحابہ نبی ﷺ کے پاس آئے اورانہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ ہم اپنے دلوں میں ایسی چیز پاتے ہیں اس کو زبان پر لانا ہم میں سے ہرکوئی براجانتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیاتم نے اس کو پایا؟'' انہوں نے کہا: ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ (تو) ظاہر ایمان ہے۔''

دین کے بنیادی اصول ⑤

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جھگڑے نہیں کرنے چاہیے ،جھگڑالو لوگوں سے دور رہنا چاہیے، مسائل میں اختلافات سے روکا اور حق کی طرف لوٹنے کی ترغیب دلائی ہے، ہر موقف میں اتحاد واجتماعیت کو اپنانے اور مسلمانوں کے درمیان باہمی قربت پیدا کرنے کا شوق دلایا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سب مسلمانوں کا مرکز ہے۔

یہ بات بدیہی طور پر معلوم ہے کہ قرآنِ مجید اس لیے نہیں اتارا گیا کہ اس کا کچھ حصہ دوسرے کو جھٹلائے ،جو اس کے احکامات صحیح پہچانتا ہو اور اس کے معانی اس کے لیے واضح ہوں وہ اس کے مطابق گفتگو کرے،جس پر کچھ معانی پوشیدہ ہوں وہ اسے جاننے والے کے سپرد کردے اور اپنی رائے وغیرہ سے گفتگو نہ کرے۔البتہ خواہش پرست ہی بدعت اور گمراہی کے داعی ہوتے ہیں، یہ غلط راہ پر ہونے کے باوجود اپنے پاس بیٹھنے والوں اور ناواقفوں کو وہم دلاتے ہیں کہ وہ سیدھی راہ پر ہیں۔ کتنے ہی لوگ ان کی ایسی ہی خوبصورت باتوں کے دھوکے میں آئے ،اسی لیے ان کے ساتھ بیٹھنے سے منع فرمایا، بالخصوص جب یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات یا دین کے متعلق جھگڑرہے ہوں،اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتُ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ﴾ [سوره نساء: ١٤٠]

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر جو کتاب اتاری ہے(اس میں یہ بھی ہے) کہ جب تم ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہوئے سنو اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو تم ان کے ساتھ مت بیٹھو حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہوجائیں۔''

مزید فرمایا:

﴿ وَاِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْ آيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ﴾

[سوره الانعام: ٦٨]

''جب تم ان لوگوں کو دیکھو کہ ہماری آیات میں مشغول ہوتے ہیں تو تم ان سے اعراض کرلو حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہوجائیں۔''

یہ سب احکام نافرمان اور بدعتیوں کو ممتاز کرنے اور انہیں حقیر بنانے اوران سے دور رہنے کے لیے ہیں تاکہ ان کی یہ بدعات مسلمانوں میں اپنی جگہ نہ بناسکیں،اورلوگ ان کی کمزوری اوران کی معمولی حیثیت کو بھی سمجھ جائیں۔

فہرست

سب سے بڑا گناہ

اداریہ ══════ حافظ احمد شاکر

قوم کے زعماء، قائدین، دانشور بالخصوص...... ہر مکتب فکر کے......علماء کو اس پر غور، فکر اور مشاورت کرنی چاہیے کہ وطن عزیز اس وقت قحط کی سطح تک پہنچنے والی مہنگائی، بارانِ رحمت سے محرومی، امن وامان کے فقدان، خیانت، ظلم، بدعہدی اور فحاشی کے گڑھے کی طرف کیوں لڑھکتا جارہا ہے؟ حقوق العباد میں سے ذخیرہ اندوزی، حق تلفی، غیبت، حسد، جھوٹ، فحش گوئی اس کا باعث ہیں یا ان کی وجہ ہمارا سودی نظام، ادائیگی زکوٰۃ سے غفلت، باجماعت نماز کی ادائیگی کا عدم اہتمام، شعائر اسلامی کی بے احترامی، گانے بجانے کی کثرت، بے ہودہ مشاغل، بزرگوں بلکہ والدین تک سے گستاخی، گفتگو میں جھوٹ کی آویزش اور رزق حلال میں حرام کی آمیزش جیسے کبیرہ گناہ ہیں یا اکبرالکبائر یعنی شرک اس کی وجہ ہے؟ اعمال شرکیہ میں حکم رانوں اور لیڈروں کا اہتمام اور آداب شاہی کے ساتھ......جن کے شرک ہونے میں واضح دلائل موجود ہوں...... میں شرکت؟ ہم سب کے لیے واجب الاحترام ائمہ اربعہ ﷭ کے پیروکار یا کسی بھی امام مطاع ......جس کی پیروی کی جائے......سے اس شرک صریح اور بدعات کی کوئی دلیل مہیا کر سکتے ہیں؟

مسلمان عوام کو تو ان کے پیش امام خطیب، پیر اور بزرگ جس طرف لگا ئیں...... اکثریت ...... بوجہ جہالت اس طرف لگ ہی جائیں گے، حسب توفیق بعض اہل علم ان جاہل عوام تک اپنی مدلل بات، اور علمی مواد وغیرہ پہنچانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں لیکن ان بدعیہ بلکہ شرکیہ مجالس کو اگر حکم ران......جو علم، عقل اور شعور بھی رکھتے ہیں......رونق بخشیں تو پھر شرک وبدعات دو چند نہیں کئی گنا بڑھ جاتیں اور عوام میں پذیرائی حاصل کر لیتی ہیں۔

حضرت علی ہجویری ؒ کی قبر دفتر ''الاعتصام'' کے پڑوس میں ہے اس قبر پر سارا سال ہونے والی بدعات وخرافات کے علاوہ سال کے سال عرس کے نام پر جو طوفان بدتمیزی بپا ہوتا ہے وہ سارے سال پر بھاری ہوتا ہے۔ ڈھول کی تھاپ اور بھنگڑے کے جلو میں قبر پر چادریں چڑھانا نہ جانے کس فقہ، کس عقیدے یا کس بزرگ یا کون سے امام نے ان امور کو جائز قرار دیا ہے۔ ان خرافات وبدعات کی رسم افتتاح اگر حاکم وقت کریں تو کیا ان خرافات میں بے تحاشا اضافہ نہ ہوگا؟

قارئین بخوبی جانتے ہیں کہ میاں صاحبان کی بابت ہمارے دل میں ان کے لیے نرم گوشہ صرف اس خیال سے رہتا ہے کہ ان کے گھرانے کی شہرت ایک دین پسند گھرانے کی ہے۔ کعبۃ اللہ کے پڑوس میں یہ کئی سال زندگی گزار کے آئے ہیں۔ میاں شہباز شریف اب عربی کی شد بدھ ہی نہیں رکھتے بلکہ خادم الحرمین الشریفین ملک عبداللہ بن عبدالعزیز آل سعود ﷾ کی لاہور آمد پر انہوں نے عربی میں تقریر بھی کی تھی۔ ہماری خوش خیالی تھی کہ حرمین شریفین کی سالہا سال کی قربت سے شاید دین اسلام اور عقیدہ توحید تک ان کی رسائی بلکہ ان کو عقیدۂ اسلام کا ادراک ہو چکا ہوگا۔ لیکن اس مرتبہ عرس......جس کی کسی امام کی فقہ میں سے کوئی دلیل ہمارے علم میں نہ آسکی......جیسی بدعت کا افتتاح جناب میاں صاحب کے ہاتھوں ہونے پر ہمیں بہت حیرانی ہوئی۔ میاں صاحب دنیا جہاں کی سیاست وحکومت کے اسرار ورموز کا علم اور ان میں تہہ در تہہ مضمرات کا علم تو بخوبی رکھتے ہوں گے، ان کا تجزیہ بلکہ صحیح تجزیے کی مہارت بھی رکھتے ہوں گے لیکن قرآن کے ترجمے اور احادیث کے فہم کی انہیں فرصت نہیں، قدرت نہیں یا وہ اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے؟ کبیرہ گناہوں کی بیخ کنی اور ان کے انسداد کی جو کوششیں میاں صاحب کر رہے ہیں وہ قابل تحسین ہیں لیکن میاں صاحب! اکبرالکبائر؟ اس کا ارتکاب اور اس کی سرپرستی کے شرعی مضمرات ونقصانات کی طرف آپ نے کبھی توجہ فرمائی؟ شروع میں ذکر کی گئی مصائب وآزمائشوں میں عقیدے کی اس کوتاہی کا کوئی دخل نہیں؟ بھارت کی آبی دہشت گردی کا رونا ہم رو رہے ہیں اس سے بچنے کے اقدامات سے غفلت سے انکار نہیں لیکن بارانِ رحمت کیوں رک گئی؟ اللہ کی زمین کیوں خشک ہوگئی، اللہ کی بے زبان مخلوق پیاس سے کیوں بلبلانے لگ گئی؟ یہ

ہماری کوتاہ عملی، دین سے غفلت و بےتوجہی تو ہے ہی کیا ہمارے عقیدے کے بیہ رخنے اس کا باعث نہیں؟ جب روزانہ اللہ تعالیٰ سے کرم طلب کرنے کی بجائے قبر میں دفن شدہ اللہ کے نیک بندے کو کہا جائے کہ ''کر کرم، کروا کرم، دونوں جہاں میں رکھ شرم'' اور روزانہ اس کی تکرار کی جائے تو کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ جائے گی؟ یہ علمائے کرام کیا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس عمل کو بھول گئے جب آپ کی وفات کے بعد نماز استسقاء کے لیے مدینہ منورہ کے میدان میں جمع ہوئے تو صحابہ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو میدان میں لے آئے اور عرض کی یا اللہ! جب تک تیرے رسول زندہ تھے وہ حاضر ہو کر تجھ سے بارش کی دعا کرتے تھے آج وہ دنیا میں نہیں تو ہم ان کے چچا کو بطور سفارشی لے آئے ہیں۔[بخاری:۱۰۱۰]

جناب میاں صاحب! اللہ تعالیٰ سے رحمتوں کے نزول کی درخواست کے لیے اسی طریقے کو اپنائیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ائمہ عظام، محدثین کرام اور (قرنِ اوّل) کے علمائے اسلام ﷺ اپناتے تھے۔ خالص عقیدے، مضبوط یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں، اس سے رحمت مانگیں، مغفرت طلب کریں کہ اس کی جتنی ضرورت ہمیں آج ہے شاید پہلے کبھی نہ تھی۔ اور مذکورہ بالا شرکیہ دعائیہ جملوں پر پابندی لگائیں کہ یہ اہل بیت وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر سب وشتم سے بڑا گناہ ہے۔ پھر دیکھیں امریکہ و بھارت آپ کے سامنے کس طرح ٹھہر سکیں گے اور ان شاء اللہ آسمان سے قطار اندر قطار رحمت برسے گی کہ اپنی مخلوق پر اس سے زیادہ رحم کرنے والا اور کون ہے **ربنا اغفرلنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا ۔ و انصرنا علی القوم الکفرین**

غیروں پہ کرم اپنوں پہ ستم

وسعت فکر ونظر، مروت، لچک اور دامن دل کا وا ہونا بہت اچھی بات ہوتی ہے بشرطیکہ اس سے دین کے احترام، نفس کی عزت اور وطن کی محبت و وفاداری پر آنچ نہ آئے۔ بھارت ہمارا پڑوسی ہے، جسے ہم سایہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس سے تعلقات کا خوش گوار ہونا اسی طرح بہت ضروری ہے جس طرح ایک ہم سائے سے ہونے چاہئیں۔ لیکن روابط خوش گوار تب ہوتے ہیں جب ایک دوسرے کے مفادات کے احساس کی جگہ احترام آ جائے تو پھر اس کے نتائج بہتر نکلنے کے امکان زیادہ ہوتے ہیں۔

میاں محمد نواز شریف نے اپنے دور حکومت میں دوستی کا ہاتھ بڑھایا جس کا سبب ایک طبقہ اگر چہ ان کی تاجرانہ ذہنیت سمجھتا تھا تاہم مجموعی طور پر عوامی حلقوں نے......سوائے جماعت اسلامی کے......تائید بھی کی تھی لیکن نواز شریف حکومت کو جب آسمانی بلاؤں نے اچک لیا تو پھر زمینی حقائق سے باخبر، معتدل اور خوش خیال حکومت جو آئی اس نے تو بھارتی حکومت کے آگے منمنانے کی حد ہی کر دی لیکن بنیا حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی۔ اسی خوش خیال دور حکومت میں ایک جاسوس کو جذبہ ''خیر سگالی'' کے طور پر رہا کیا گیا، اس کو پروٹوکول بھی دیا گیا اور اس کو باعزت طریقے سے بھارت کے حوالے بھی کیا جس نے سرحد پار کرتے ہی اپنی بھارتیت یعنی پاکستان دشمنی کا خوب کھل کر مظاہرہ کیا۔ جس کی جوابی خیر سگالی میں بھارت نے ایک بے گناہ پاکستانی کی لاش پاکستان کے حوالے کی۔ پاکستانی حکومت نے، اس کے ورثاء نے اور پاکستانی عوام نے اس پر بھرپور احتجاج کیا لیکن نتیجہ وہی بے بسی و بے کسی۔ ابھی پچھلے دنوں بھارت سے ایک اور پاکستانی کی لاش کا تحفہ آیا ہے اس کے بعد پھر اب تک وہی مہیب سناٹا!

ایک اور بھارتی سربجیت سنگھ جاسوسی کے الزام پر پاکستان میں قید ہے۔ اس کی رہائی کے لیے کبھی بھارتی حکومت تقاضا کرتی ہے، کبھی اس کے رہائی کے لیے انسانی حقوق کی تنظیمیں اپیل کرتی ہیں اور کبھی ہمارے ایک پاکستانی انصار برنی اس کی آزادی کے لیے کوشاں ہوتے ہیں اور آج کل بھارت کے ایک لاکھ افراد نے دستخط کر کے ہمارے پاکستان کے صدر کے پاس اس کے رہائی کے اپیل بھیجی ہے۔ سوال ہے کہ جاسوسی کی مبینہ الزامات کے تحت جو پاکستانی بھارتی جیلوں میں قید ہیں، سڑ رہے ہیں، ہماری حکومت انسانی حقوق کی تنظیمیں اور ہمارے عوام ان کے لیے کوئی اپیلیں نہیں کر رہے ہیں؟ اگر کرتے ہیں تو میڈیا میں ان کا ذکر کیوں نہیں آتا۔ ہمارے انصار برنی کی طرف سے بھی ایسی کوئی اپیل کبھی نظر سے نہیں گزری، کیا ہم غیروں پہ اتنا کرم کرتے ہیں کہ سالہا سال ان کی سزا پر عمل درآمد کے بغیر ہی رکھتے ہیں اور اپنوں پہ ایسا ستم کہ ہم ان کا نام تک نہیں لیتے! یہ مسئلہ ملّی طور پر غیرت وحمیت کا ہے۔ پاکستانی حکومت، انسانی تنظیموں اور عوام کو اس طرف غور کرنا چاہیے۔

درسِ قرآن

سورة البقرة ③

...... اردو ترجمہ ......

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہ اللہ (م:۱۲۳۰ھ)

...... حواشی ......

①......احادیث التفاسیر (حضرت مولانا حافظ حمید اللہ میرٹھی رحمہ اللہ۔م:۱۳۳۰ھ)

②......احسن الفوائد (مولانا ڈپٹی سید احمد حسن صاحب دہلوی رحمہ اللہ۔م:۱۳۳۸ھ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۲۱) الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۠ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۲۲) وَ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۲۳) ﴾

''لوگو! اپنے ربّ کی بندگی کرو جس نے تم کو اور تم سے اگلوں کو بنایا، شاید تم پرہیزگاری پکڑو۔ جس نے بنا (کر) دیا تم کو زمین بچھونا اور آسمان عمارت اور آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے تمہارا کھانا میوے نکالے، سو اللہ کے برابر کوئی نہ ٹھہراؤ اور تم جانتے ہو۔ اور اگر تم اس کلام سے شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا تو اس قسم کی ایک سورۃ لے آؤ اور بلاؤ جن کو اللہ کے سوا حاضر کرتے ہو اگر تم سچے ہو۔'' (۱)

احادیث التفاسیر

(ف ۱): سورۃ طور کے دوسرے رکوع میں ہے:

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝ ﴾ [الطور:۳۳، ۳٤]

''یعنی کیا وہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے یہ قرآن اپنی طرف سے بنا لیا ہے، اللہ نے نہیں اتارا۔ تو کہہ کہ اگر تم سچے ہو کہ یہ کلام انسان کا بنایا ہوا ہے تو تم بھی اس کی مانند کوئی بیان بنا لاؤ۔''

سورۃ بنی اسرائیل میں ہے:

﴿ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ [بنی اسرائیل:۸۸]

''یعنی کہہ دے کہ اگر تمام آدمی اور جن جمع ہو جائیں اور زور لگائیں اس بات پر کہ ایسا کلام بنا لائیں تو کبھی نہ لا سکیں گے اگرچہ ہر ایک دوسرے کی مدد کرے۔''

ان کے علاوہ اور بھی کئی جگہ اس مضمون کی آیات قرآنِ مجید میں آئی ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے بار بار منکروں پر یہ تقاضا اتارا کہ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے اور محمد ﷺ نے خود بنا لیا ہے تو پھر تم بھی کیوں نہیں بنا کر دکھاتے، پھر یوں بھی فرما دیا کہ تم سے کبھی نہ ہو سکے گا اگرچہ تم سارے آدمی اور جن اکٹھے ہو جاؤ۔

چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ کسی سے ایک سورت بھی نہ بن سکی، حالاں

کہ قرآنِ پاک قریش کی زبان میں اتارا گیا ہے، ان کو (اس قرآن سے) نہایت دشمنی تھی اور اس کو جھوٹا کرنے میں بڑا زور لگاتے تھے مگر کچھ نہ ہوسکا۔ بلکہ ان کے بڑے فصیح و بلیغ مبلغوں نے اقرار کیا کہ بے شک یہ ایسا کلام ہے کہ کسی آدمی یا جن سے اس کا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔

تفسیر جامع البیان میں سورۃ مدثر کے حاشیہ میں اور معالم وغیرہ میں بیہقی اور حاکم کی روایت سے منقول ہے کہ ولید بن مغیرہ نے آنحضرت ﷺ سے حم میں ﴿ حم o تنزیل الکتب من الله العزیز الحکیم الخ ﴾ چند آیات سنیں اور ان کی فصاحت و بلاغت پر حیران ہوگیا اور اپنی قوم کی مجلس میں آکر یوں کہنے لگا:

اللہ کی قسم ہے! میں نے محمد (ﷺ) سے اس وقت ایسا کلام سنا ہے کہ وہ نہ انسان اور نہ جن کا کلام ہے (بلکہ) لاریب ہے (اور) اس میں بڑی حلاوت، خوبی اور تازگی ہے۔ اس کے اوپر پھل اور میوے ہیں، اس کے نیچے شگوفے ہیں اور وہ سب پر غالب ہوتا ہے اس پر کوئی چیز غالب نہیں ہوسکتی۔

چناں چہ اس بات سے قریش میں ہل چل مچ گئی، کہنے لگے کہ آج ولید بھی اپنے باپ دادا کے دین سے پھر گیا اور اگر یہ پھر گیا تو تمام لوگ پھر جائیں گے۔

ابوجہل نے ولید سے کہا کہ تمہاری یہ بات مشہور ہوگئی ہے تم کو قرآن کی مذمت کرنی چاہیے، اس نے کہا اس کی کیوں کر مذمت کروں، ابوجہل نے کہا بہر حال کچھ تو مذمت کرنی چاہیے! تب ولید نے کہا کچھ سوچ کر ہی کہوں گا پھر کہا اس کو جادو کہنا چاہیے، کیوں کہ قرآن کے آنے سے رشتہ دار اپنے رشتہ دار سے جدا ہوگئے اور خاندانوں میں پھوٹ پڑگئی، جادو کا اثر بھی اکثر ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ غرض کہ کفر و عناد کے باوجود یہ مان لیا کہ اس کلام پاک کی فصاحت و بلاغت مخلوق کی طاقت سے باہر ہے۔

اس حدیث کو امام احمد، ترمذی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ [حاشیہ جامع:۴۹۳، معالم:۹۴۳]

آنحضرت ﷺ کے پاس سلام بن مشکم وغیرہ چند یہودی آئے اور کہا جیسا کلام تم سناتے ہو ایسا تو ہم بھی بنا سکتے ہیں۔ اس پر وہ آیت جو اوپر درج ہے: ﴿ قل لئن اجتمعت الانس، الخ ﴾ اُتری۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم کیا اگر تمام جہاں کے آدمی اور جن بھی اس بات پر زور لگائیں تب بھی یہ بات نہ ہوسکے گی۔ [لباب:۱٦، ح:۲]

ایک دفعہ ولید بن مغیرہ ہی کے سامنے سورۃ نحل کی (درج ذیل) آیت پڑھی گئی:

﴿ ان الله یأمر بالعدل والاحسان ۔ الخ ﴾

ولید نے کہا پھر پڑھو، پھر پڑھی گئی، ولید حیران ہوگیا اور بے اختیار کہہ اٹھا کہ یہ مخلوق کا کلام نہیں۔ [ترجمہ:۱۴۰، ح:٦]

جب حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو قریش کے لوگ گھبرائے کہ اب ان کی جماعت کی بہت ترقی ہونے لگی اس کا کچھ بندوبست کرنا چاہیے ایسا آدمی تجویز کرو جو شعر، کہانت اور جادو وغیرہ کو خوب پہچانتا ہو وہ محمد (ﷺ) کے پاس رہے اور اُن کی باتیں اچھی طرح سن کر ہم کو بتلا دے کہ در حقیقت کیا چیز ہے۔

چناں چہ عتبہ بن ربیعہ جو قریش میں بڑا سردار تھا، اس حلیم مزاج نے کہا کہ اللہ کی قسم ہے میں نے شعر، کہانت اور سحر کو بہت سنا ہے، میں ان چیزوں کو خوب پہچانتا ہوں اگر ان کی بات ان قسموں میں سے کسی قسم کی ہوگی تو میں ضرور پہچان لوں گا، لوگوں نے کہا اچھا تم جاؤ، چناں چہ وہ آیا اور آپ سے کہا کہ بھلا تم بہتر ہو یا تمہارے بزرگ؟ تم کیوں اپنے اور ہمارے بزرگوں کو گمراہ بتلاتے ہو اور ہمارے معبودوں کی مذمت کرتے ہو، اگر تم کو سرداری کی خواہش ہے تو ہم تمہاری تابع داری کرنے کو حاضر ہیں، اگر حسین عورتوں کی خواہش ہے تو قریش کے جس خاندان کی لڑکی تم کو پسند ہو اُس سے تمہارا نکاح کر دیں، اگر مال کی آرزو ہے تو ہم سب مل کر تمہارے واسطے بہت سا مال جمع کر دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب تم کہہ چکے؟ اُس نے کہا ہاں میں کہہ چکا، تب آپ نے سورۂ حم سجدہ کو اوّل سے پڑھنا شروع کیا، عتبہ خوب اطمینان سے سنتا رہا، جب اِس آیت پر پہنچے:

﴿ فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقة ۔ الخ ﴾

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ مانتے نہیں ہیں تو اُن سے کہہ دو کہ میں تم کو عذاب کی خبر سناتا ہوں۔ عتبہ نے آنحضرت ﷺ کو رحم اور قرابت کا واسطہ دلایا کہ قرابت کا خیال کیجیے اور عذاب کا وعدہ نہ دیجیے،

پھر وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر میں چلا گیا قوم کے پاس نہ گیا، ابوجہل وغیرہ اُس کے مکان پر گئے اور کہا ہماری دانست میں تم بھی ان کے دین کی طرف مائل ہوگئے۔ عتبہ نے کہا اللہ کی قسم! اُس نے مجھ کو ایسا کلام سنایا ہے کہ نہ وہ شعر ہے، نہ کہانت اور نہ سحر ہے، میں نے ایسا کلام کبھی نہیں سنا۔ جب وہ عذاب کے بیان پر آئے تو میں نے اُن کو قرابت اور رحم کا واسطہ دے کر روک دیا۔ تم خوب جانتے ہو کہ وہ شخص جو کچھ کہہ دیتا ہے وہ پورا ہو ہی جاتا ہے، مجھ کو خوف ہوا کہ تم پر عذاب نہ آ جائے۔ اے قریش کے لوگو! میرا کہنا مانو تو اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو، اگر عرب کے اور لوگوں نے اس کو مغلوب کر لیا تو مفت میں تمہارا کام بن گیا اور اگر اس کو غلبہ ہو گیا تو اس کی حکومت وعزت تمہاری حکومت وعزت ہے کیوں کہ وہ تمہاری قوم وقرابت کا ہے۔

وہ کہنے لگے کہ اے عتبہ! اُس نے اپنے کلام سے تم پر بھی جادو کر دیا، عتبہ نے کہا کہ میری صلاح تو تمہارے حق میں یہی ہے آئندہ تم جانو۔ [معالم: ۸۶۷۔ شروع سورۃ حم سجدہ]

ایک دفعہ بنوتمیم کے چند آدمی اقرع بن حابس وغیرہ آپ کے پاس آئے اور آپ کو پکارا اے محمد (ﷺ) ہماری طرف نکلو اور ہم سے بحث کرو ہم ایسے لوگو ہیں کہ جس کی ہم تعریف کر دیں وہ نیک نام ہو جائے اور جس کی مذمت کر دیں وہ رسوا ہو جائے۔ آپ اُن کی طرف نکلے اور فرمایا کہ ایسی شان تو اللہ تعالیٰ کی ہے اور کسی کی ایسی شان نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم بنوتمیم کے لوگ ہیں اپنے شاعر اور فصیح وبلیغ لوگوں کو لے کر آئے ہیں تاکہ شعر گوئی میں اور فصاحت وبلاغت میں تم سے مقابلہ کریں اور دیکھیں کس کا مرتبہ زیادہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں شاعری کرنے اور اپنا فخر جتانے کے واسطے نہیں آیا، مگر ہاں تم سناؤ کیا سناتے ہو۔

چناں چہ اُن میں سے ایک نوجوان کھڑا ہوا اپنی اور اپنی قوم کی فضیلت بیان کی، آپ نے ثابت بن قیس بن شماس ؓ کو حکم دیا کہ اس کا جواب دو! وہ کھڑے ہوئے اور اُس کا جواب دیا، پھر اُن لوگوں میں سے ایک شاعر اُٹھا اپنے فخر کے اور اپنی قوم کی فضیلت کے کچھ شعر پڑھے، آپ نے حسان بن ثابت ؓ کو فرمایا کہ اس کا جواب تم دو! وہ کھڑے ہوئے اور اُس کا جواب دیا۔

چناں چہ اقرع بن حابس اٹھا اور کہا کہ محمد (ﷺ) کی تو غیب سے کوئی مدد کرتا ہے۔ دیکھو ہمارے خطیب اور شاعر نے اپنا اپنا کمال دکھلایا لیکن ان کا خطیب ہمارے خطیب سے اچھا رہا اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر رہا۔ یہ کہہ کر آپ کے قریب آیا اور بولا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے پچھلے گناہ سب بخشے گئے۔

[معالم: ۸۳۹، سورۂ حجرات]

اکثم بن صیفی اپنی قوم کا سردار تھا اُس نے جب آپ کی خبر سنی تو آپ کی ملاقات کا ارادہ کیا، قوم کے لوگوں نے کہا کہ تم ہمارے سردار ہو تم کو جانا مناسب نہیں، اکثم نے کہا اچھا ایسے آدمی تجویز کرو جو میری بات اُن کو پہنچائیں اور اُن کی بات میرے پاس لائیں، چناں چہ دو آدمی مقرر ہوئے وہ آپ کے پاس آئے اور کہا ہم کو اکثم بن صیفی نے بھیجا ہے آپ سے یوں پوچھا ہے کہ آپ کون ہیں اور کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں (ﷺ) اور اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں پھر سورۂ نحل کی آیت ﴿ ان الله يأمر بالعدل والاحسان ۔ الخ ﴾ پڑھی۔

اُن قاصدوں نے کہا اِس مضمون کو پھر پڑھو، آپ نے اُسکو پھر پڑھا، انھوں نے یاد کر لی اور واپس ہوئے۔

اکثم سے کہا وہ اپنی ذات اور نسب پر کچھ فخر نہیں کرتے ہیں اور ہم کو یہ عبارت سنائی تھی ہم نے یاد کر لی، اکثم نے اِس آیت کو سن کر کہا کہ وہ اچھے اخلاق کا حکم کرتے ہیں، برے اخلاق سے منع کرتے ہیں، تم لوگوں کو مناسب ہے کہ عزت حاصل کرو اور ذلیل مت بنو، یعنی اُس شخص کی بات کو قبول کر لو۔ [ترجمہ: ۱۳۸، ح: ۶، سورۂ نحل]

حضرت عمر ؓ اسلام سے پہلے نہایت سخت مزاج تھے اور اسلام سے بہت مخالفت رکھتے تھے اُن کی بہن اور بہنوئی مسلمان ہوگئے اور اُن کو خبر نہ تھی، ایک دن وہ قرآنِ شریف پڑھ رہے تھے، یہ باہر سے آ گئے اپنی بہن کو مارا (مگر) تھوڑی دیر کے بعد جب غصہ کم ہوا تب کہا مجھ کو (بھی) دکھلاؤ کیا پڑھ رہے تھے اُنہوں نے وہ کاغذ دیا جس میں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ جب حضرت عمر ؓ نے اُس کو پڑھا اسی وقت ان کے

دل میں اسلام کی محبت آ گئی اور وہاں سے اٹھ کر اس مکان میں آئے جہاں رسول اللہ ﷺ اور دوسرے مسلمان جمع ہوا کرتے تھے اور (حضرت عمر) مسلمان ہو گئے۔[دیکھو ریاض مستطابہ بھوپالی،ص:۳۷]

سبعہ معلقہ کا قصہ تو عام طور پر مشہور ہے۔یعنی عرب میں شاعری کا بہت چرچا تھا اور جب کسی شاعر سے کوئی غزل یا قصیدہ نہایت فصیح وبلیغ مضمون کا تصنیف ہو جاتا تھا اُس کو خانہ کعبہ کی دیوار میں لٹکا دیتے تھے کہ حج کے موسم میں سب لوگ اُس کو دیکھیں اور جب کسی سے ہو سکے اس کے مقابلے پر قصیدہ تصنیف کرے، اسی طرح ہوتے ہوتے سات قصیدے جمع ہو گئے تھے۔اُس زمانے میں رسول اللہ ﷺ نبی ہوئے اور قرآن شریف اترنا شروع ہوا، قرآن شریف کی فصاحت وبلاغت کے سامنے اُن قصیدوں کی رونق جاتی رہی اور خانۂ کعبہ کی دیوار سے اتارے گئے۔

ان قصیدوں کے مصنفوں میں سے لبید نامی شاعر نے سورۂ بقرہ کی چند آیتیں پڑھیں تو صاف کہہ دیا کہ یہ کلام کسی بشر کا نہیں ہے، اس کی فصاحت کے آگے ہمارا کلام بے رونق ہے۔اپنا قصیدہ دیوار کعبہ شریف سے اتار لیا اور قرآن شریف کی فصاحت پر ایمان لایا۔[دیکھو کتاب مؤید الاسلام،مؤلفہ مسٹر جون ڈیون پورٹ مورخ انگریز صفحہ:۷۰ مطبوعہ دہلی]

اسی کتاب کے صفحہ: ۵۸ میں ہے کہ آنحضرت (ﷺ) میں حکومت اور فصاحت دونوں باتیں جمع تھیں۔

صفحہ ۱۷ میں ہے آپ کی رائے صائب اور طبیعت دلیر تھی، استقلال قابل تعریف تھا (نیز) فصیح وبلیغ تھے۔

صفحہ ۱۸ میں ہے آپ کی طلاقت لسانی اور بلاغت کو عقل مندانہ خاموشی نے نہایت ترقی دی تھی۔

صفحہ ۴۶ میں ہے آپ میں نیک خصال، زور شمشیر اور کلام پر تاثیر جمع تھے۔

صفحہ ۶۵ میں ہے قرآن شریف کی عبارت بے نظیر اور ممتنع الجواب ہے یعنی اس کا مقابلہ کسی سے نہیں ہو سکتا۔

صفحہ ۶۸ میں ہے اور یہ قول بہت ٹھیک ہے کہ قرآن شریف ایسی کتاب ہے جس کی اشکال عبارت سے پڑھنے والا پہلے گھبراتا ہے پھر اس کی خوبیاں دیکھ کر رجوع کرتا ہے اور آخر کار فریفتہ ہو جاتا ہے۔

پنڈت دیانند کو نہ تو یہ خبر ہوئی کہ قرآن پاک کی فصاحت وبلاغت کے بارے میں کیا کیا معرکے دنیا میں گزر چکے ہیں، دوسرے مخالف تو ایک طرف رہے خود قریش کے لوگ جن کی مادری زبان میں قرآن شریف آیا اور جن کو اپنی فصاحت وبلاغت پر بڑا فخر تھا اور قرآن کے بڑے دشمن تھے، پھر اُن پر تقاضا بھی ہوا اور غیرت بھی دلائی گئی کہ تم سے اس کی مثل کبھی نہ بن سکے گا اور انہوں نے ہر چند زور بھی لگایا مگر کچھ نہ ہو سکا۔کمال دشمنی اور ایمان نہ لانے کے باوجود قرآن پاک کے بے مثل اور لاجواب ہونے کا اقرار کر لیا اور بے اختیار کہہ اٹھے کہ ایسا کلام بنانا مخلوق کی طاقت سے باہر ہے۔

نہ ان بے چارے پنڈت نے عربی کی کوئی استعداد حاصل کی مگر قرآن پاک کی فصاحت وبلاغت پر رائے لگانے کے واسطے خود بخود فرمے فرمائے پنچ بن کر پانچوں سواروں میں داخل ہوئے۔ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۱۶ میں لکھ مارا کہ

’’بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ قرآن فصاحت وبلاغت میں بے مثل ہے، مولیٰ پھیچی (مولوی فیضی) نے تو اکبر بادشاہ کے زمانے میں بے نقط قرآن لکھ دیا ہے۔‘‘

آپ کی علیت تو اتنی ہے کہ تفسیر کو قرآن بتلاتے ہیں۔دوسرے یہ کہ فیضی نے آیت ﴿فاتوا بسورة من مثله، الخ﴾ کے تحت میں کہا ہے کہ چوں کہ قرآن فی الحقیقت بے مثل ہے میرے جی میں یہ خیال آیا کہ اس کی تفسیر بھی ایسی لکھوں کہ کسی نے ایسی نہ لکھی ہو۔لہٰذا میں نے بے نقط تفسیر لکھی۔

اسی جگہ یوں بھی کہا ہے کہ جب کہ منکروں اور حاسدوں نے باوجودیکہ آپ کی رسالت پر معترض تھے اور آپ نے اس کی مثل کلام پیش کرنے کے واسطے بہت عرصہ تک ان کو مہلت بھی دی۔وہ لوگ کلام کے بادشاہ، حاضر جوابی میں مشہور، آپ کی ضد اور تردید میں حتی الوسع بڑے دلیر تھے۔پھر بھی کوئی کلام اللہ تعالیٰ کے کلام کے موافق بنا کر پیش نہ کیا تو ثابت ہو گیا کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ ہی کا اتارا ہوا ہے آنحضرت ﷺ کا بنایا ہوا نہیں۔

آریوں کے دل میں اگر کچھ بھی انصاف ہے تو فیضی کی تفسیر کو دیکھیں اگر اُس میں یہ مضمون نہ ہو تو مجھ کو کسی (بھی) مجمع میں ذلیل کریں، میں زندہ نہ رہوں گا تو میرے، ہم مشرب اور ہم کلام بہت ہیں وہ بھی ضرور نادم ہوں گے۔

اور اگر یہ مضمون فیضی کی کتاب میں موجود ہو تو اپنے رفارمر پنڈت جی کی علمیت اور تحقیق اور صادق القولی کی نسبت بیان کریں کہ انصاف اور ایمان کی رو سے کیا رائے ہونی چاہیے۔

بھلا جو شخص اپنے تیئں بڑا محقق، عاقل اور حق گو سمجھتا ہو اور دوسرے مذہبوں پر حملے کرتا ہو کیا ایسے شخص کے حق میں شرم کی بات نہیں ہے کہ جس کتاب کی نسبت کسی طرح کا دعویٰ کرے اُس کتاب کی اتنی بھی جانچ پڑتال نہ کرے کہ کس فن میں اور کس بیان میں لکھی گئی ہے؟ اور میرا دعویٰ مصنف کے قول کے موافق ہے یا مخالف؟

ہر زبان کی فصاحت و بلاغت کی تجویز و تشخیص صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں جن کی مادری زبان وہی ہو اور اُن کو تمیز و سلیقہ بھی حاصل ہو، جیسے اُردو زبان ہندوستان کے بہت شہر و دیہات کی مادری زبان ہے، لیکن اس میں سلیقہ و تمیز جو دہلی کے قدیم مسلمانوں کو ہے کسی اور کو حاصل نہیں۔ پس اردو کے کسی نظم و نثر کے بابت اگر دہلی کے مستند و مشہور لوگوں میں سے کوئی شخص کسی قسم کی تعریف یا مذمت کرے تو اُس کا اعتبار ہوگا دوسرے قصبوں اور شہروں کے لوگوں کی چنداں سند نہیں ہوگی اگرچہ اردو اُن کی مادری زبان ہے۔

پھر بھلا کسی غیر ملک کا آدمی اس کا پنچ اور حَکم کیوں کر ہوسکتا ہے۔ خصوصاً عربی زبان کے واسطے جو تمام زبانوں کی سردار ہے ایسا شخص پنچ ہو جو ایک جملہ بھی عربی کا نہیں جانتا۔ پنڈت جی کو اگر انصاف میں سے کوئی حصہ بھی ہوتا تو اِس بارے میں کبھی کلام نہ کرتے۔



درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

۵۰۵۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا اشْتَكَى الْمُؤْمِنُ أَخْلَصَهُ اللّٰهُ كَمَا يُخَلِّصُ الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ)) [صحيح]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا جب کوئی مومن بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے ایسے پاک صاف کردیتے ہیں جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کو میل سے صاف کردیتی ہے۔''

۵۰۶۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصَابُ بِمُصِيبَةٍ - وَجَعٍ أَوْ مَرَضٍ - إِلَّا كَانَ كَفَّارَةَ ذُنُوبِهِ حَتَّى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا أَوِ النَّكْبَةُ))

[صحيح البخاري:٧٥، المرضى: ١ ومسلم:٤٥، البر والصلة والأدب، ح:٤٩]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: کسی مسلمان کو کوئی مصیبت یا درد یا بیماری پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے یہاں تک کہ کوئی کانٹا یا معمولی سی چوٹ لگ جائے اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔''

۵۰۷۔ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ أَنَّ أَبَاهَا قَالَ: اِشْتَكَيْتُ بِمَكَّةَ شَكْوٰى شَدِيدَةً، فَجَاءَ النَّبِيُّ يَعُودُنِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَتْرُكُ مَالًا وَإِنِّي لَمْ أَتْرُكْ إِلَّا ابْنَةً وَاحِدَةً، أَفَأُوصِي بِثُلُثَيْ مَالِي وَأَتْرُكُ الثُّلُثَ؟ قَالَ: ((لَا)) قَالَ: أُوصِي بِالنِّصْفِ وَأَتْرُكُ لَهَا النِّصْفَ؟ قَالَ: ((لَا)) قُلْتُ: فَأُوصِي بِالثُّلُثِ وَأَتْرُكُ لَهَا الثُّلُثَيْنِ؟ قَالَ: ((اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ))، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلٰى جَبْهَتِي ثُمَّ مَسَحَ وَجْهِي وَبَطْنِي، ثُمَّ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، وَأَتِمَّ لَهُ هِجْرَتَهُ))۔ فَمَا زِلْتُ أَجِدُ بَرْدَ يَدِهِ عَلٰى كَبِدِي فِيمَا يَخَالُ إِلَيَّ حَتَّى السَّاعَةَ۔ [صحيح البخاري:٥٥، الوصايا:٢ ومسلم:٢٥، الحج، ح:٥ و ٩]

''حضرت عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں، ان کے والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں مکہ میں سخت بیمار ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں بہت سا مال چھوڑ رہا ہوں، ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں ہے کیا میں اپنے مال سے دوتہائی کی وصیت کرسکتا ہوں اور ایک تہائی (میراث کے لیے) یعنی وارثوں کے لیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا کیا میں نصف مال کی وصیت کردوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا ایک تہائی کی وصیت کردوں اور دوتہائی لڑکی کے لیے چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں ایک تہائی کی وصیت کرسکتے ہو اور ایک تہائی بھی زیادہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھا پھر اس کو میرے چہرے اور پیٹ پر پھیرا

اور آپ ﷺ نے دعا فرمائی، اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما اور اس کی ہجرت کو جاری رکھتے ہوئے مکمل فرما۔ حضرت سعد کہتے ہیں میں ہمیشہ سے آج تک جب بھی خیال کرتا ہوں آپ کے دست شفقت کی ٹھنڈک کو اپنے جگر پر محسوس کرتا ہوں۔''

بَابٌ: يُكْتَبُ لِلْمَرِيْضِ مَا كَانَ يَعْمَلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ

مریض کے نامہ اعمال میں ان اعمال کا ثواب لکھا جاتا ہے جو وہ بحالت صحت کیا کرتا تھا

۵۰۸۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنْ أَحَدٍ يَمْرَضُ إِلَّا كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ)) [صحيح المستدرك، ج:١/ ٣٤٨]

''حضرت عبداللہ بن عمرو نے مرفوع روایت کی ہے، (رسول اللہ ﷺ) نے ارشاد فرمایا: نہیں بیمار ہوتا کوئی لیکن لکھ دیا جاتا ہے اس کے نامہ اعمال میں ان اعمال کا ثواب جو وہ صحت کے زمانہ میں کیا کرتا تھا۔''

۵۰۹۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ اِبْتَلَاهُ اللّٰهُ فِيْ جَسَدِهٖ إِلَّا كَتَبَ لَهُ مَا كَانَ يَعْمَلُ فِيْ صِحَّتِهٖ مَا كَانَ مَرِيْضًا، فَإِنْ عَافَاهُ - أُرَاهُ قَالَ - غَسَلَهُ، وَإِنْ قَبَضَهُ غَفَرَ لَهُ)) [حسن صحيح، بنحوه عند أحمد، ج:٢/ ١٩٤، وعسله: اى شفاه وأدخله فى الراحة]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں ہے کوئی مسلمان کہ مبتلا کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے جسم کی کسی بیماری میں مگر لکھ دیا جاتا ہے اس کے واسطے نامہ اعمال میں وہ عمل جو وہ حالت صحت میں کیا کرتا تھا جب تک وہ مریض رہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو صحت عطا کر دی تو اسے دھو دیتا ہے اور اگر قبض کر لیا (یعنی فوت کر دیا) تو بخش دیتا ہے۔''

۵۱۰۔ عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ ۔ وَزَادَ قَالَ: ((فَإِنْ شَفَاهُ غَسَلَهُ)) [صحيح]

''یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دوسری سند سے بھی آئی ہے جس میں یہ لفظ ہیں: فان شفاہ غسلہ اگر اس کو شفا یاب کر دے تو گناہوں سے دھو دیتا ہے۔''

۵۱۱۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَتِ الْحُمّٰى ﷺ فَقَالَتْ: اِبْعَثْنِيْ إِلٰى آثَرِ أَهْلِكَ عِنْدَكَ، فَبَعَثَهَا إِلَى الْأَنْصَارِ فَبَقِيَتْ عَلَيْهِمْ سِتَّةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهِنَّ، فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ، فَأَتَاهُمْ فِيْ دِيَارِهِمْ فَشَكَوْا ذٰلِكَ إِلَيْهِ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَدْخُلُ دَارًا دَارًا وَبَيْتًا بَيْتًا يَدْعُوْ لَهُمْ بِالْعَافِيَةِ، فَلَمَّا رَجَعَ تَبِعَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْهُمْ فَقَالَتْ: وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنِّيْ لَمِنَ الْأَنْصَارِ وَإِنَّ أَبِيْ لَمِنَ الْأَنْصَارِ فَادْعُ اللّٰهَ لِيْ كَمَا دَعَوْتَ لِلْأَنْصَارِ قَالَ: ((مَا شِئْتِ إِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُعَافِيَكِ وَإِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ)) قَالَتْ: بَلْ أَصْبِرُ وَلَا أَجْعَلُ الْجَنَّةَ خَطَرًا ۔ [صحيح]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بخار آیا کہا مجھے اپنے پسندیدہ لوگوں کے پاس بھیجو۔ آپ ﷺ نے اس کو انصار کی طرف بھیج دیا۔ چھ دن چھ راتیں ان کو بخار رہا ان کو سخت تکلیف ہوئی۔ انہوں نے آپ سے شکایت کی، آپ ﷺ انصار کے ہر گھر میں آئے ان کے لیے صحت کی دعا کی۔ جب آپ واپس ہوئے تو ایک عورت آپ کے پیچھے آئی کہنے لگی قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق سچ کے ساتھ بھیجا ہے میں انصار میں سے ہوں اور میرا باپ بھی انصاری ہے آپ میرے لیے بھی دعا کریں جس طرح آپ ﷺ نے انصار کے لیے دعا کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو کیا چاہتی ہے اگر تو یہ چاہتی ہے کہ میں تیرے لیے اللہ سے دعا کروں کہ وہ تجھے عافیت دے تو میں دعا کر دیتا ہوں۔ اگر تو یہ چاہتی ہے کہ تو صبر کرے اور تجھ کو جنت مل جائے۔ وہ کہنے لگی میں صبر کروں گی اور جنت کے داخلے کو خطرے میں نہیں ڈالوں گی۔''



افتاء

کیا نابالغ لڑکا طلاق دے سکتا ہے؟

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ لڑکے کی طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ یا اس کی طرف سے اس کے ولی کی طلاق واقع ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: باتفاق محدثین وفقہا نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ کیوں کہ طلاق کا مکلّف ہونا شرائط وقوع طلاق سے ہے۔ علامہ شوکانی درر البہیہ میں فرماتے ہیں:

الطلاق جائز من مكلّف مختار ۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

يقع طلاق كل زوج اذا كان بالغاً عاقلاً ۔

نیز کتاب مذکور اور ہدایہ میں ہے:

ولا يقع طلاق الصبى وان كان يعقل ۔

نیز جامع ترمذی میں ہے:

كل طلاق جائز الاطلاق المعتوه المغلوب على عقله ۔ [جامع ترمذی مع شرح تحفة الاحوذی، ص:۲۱۸، ج:۲]

جو بظاہر صبی (لڑکے) کو بھی شامل ہے، اگرچہ یہ روایت ضعیف ہے مگر اس کی تقویت اور تائید اس دوسری حدیث سے ہوتی ہے:

عن عائشة رضى الله عنها عن النبى صلى الله عليه وسلم رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتى يستيقظ وعن الصغير حتى يكبر وعن المجنون حتى يعقل او يضيق ۔ رواه احمد والاربعة الا الترمذى وصححه الحاكم واخرجه ابن حبان ۔

[بلوغ المرام، ص:۲۲۸ مطبعة الرحمانيه مصر]

روایت مذکورہ صحیح ہے، جیسا کہ امام حاکم نے کہا ہے۔ امام ابوداؤد اور علامہ عبدالعظیم منذری نے اس پر سکوت فرمایا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ اس حدیث میں کبر سے مراد بلوغ ہے، جیسا کہ خود حدیث مذکورہ کی بعض روایات میں بلوغ بالاحتلام کی تصریح آ گئی ہے۔ [دیکھو سنن ابوداؤد كتاب الحدود، باب فى المجنون يسرق او يصيب حدا]

اور عون المعبود شرح ابوداؤد، ص:۲۴۳، ج:۴ میں ہے:

(حتى يكبر) قال السبكى ليس فيها من البيان ولا فى قوله حتى يبلغ ما فى الرواية الثالثة حتى يحتلم فالتمسك بها اولٰى لبيانها وصحة سندها وقوله حتى يبلغ مطلق و الاحتلام مقيد فيحمل عليه فان الاحتلام بلوغ خمس عشرة ليس ببلوغ قطعاً قال وشرط هذا الحمل ثبوت اللفظين عنه ﷺ ۔

پس ثابت ہوا کہ لڑکے نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور اسی طرح اس کی طرف سے اس کے ولی کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی۔

سنن ابن ماجہ شریف میں مرفوعاً آیا ہے:

الطلاق لمن اخذ بالساق ۔

اور اس کی صحت وتقویت کے متعلق علامہ شوکانی نیل الاوطار ص:۱۶۴، ج:۵ میں رقم طراز ہیں:

وطرقه يقوى بعضها بعضا وقال ابن القيم: إن حديث ابن عباس (اى: الطلاق لمن اخذ بالساق) وان كان فى اسناده ما فيه فالقرآن ى عضده وعليه عمل الناس، وأراد بقوله القرآن يعضده نحو قوله تعالٰى ﴿اذا نكحتم المؤمنات ثم طلقتموهن﴾ وقوله تعالٰى ﴿إذا طلقتم النساء﴾ الآية ۔

پس یہ حدیث اس پر بین اور واضح دلیل ہے کہ نابالغ لڑکے کی طرف سے اس کے ولی کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

هذا ما عندى و الله اعلم بالصواب

احکامِ شریعت

زیارت قبور فرامین رسول ﷺ کی نظر میں

قاری ذکاءاللہ بن محمد حیات، حافظ آبادی (مدرس جامعہ اسلامیہ۔صادق آباد)

ان الحمد للّٰہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ، اما بعد!

بدون اقوال وافعال شنیعہ جن کے فاعل وقائل فی زمانہ جہلا وسفہاء میں زیارت قبور شروع ہے۔ چند احادیث نبویہ ﷺ اس پر بطور نص کے پیش خدمت ہیں۔

①......(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اَنَّ رَجُلًا اَسْوَدَ اَوِ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَ یقم الْمَسْجِدَ فَمَاتَ فَسَأَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ فقالوا مَاتَ قَالَ اَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُوْنِي بِهٖ؟ دُلُّونِي عَلٰى قبرهٖ اَوْ قال علٰى قبرهَا فَاَتٰى قَبْرَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهَا۔ [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب کنس المسجد والتقاط الخرق والقذی والعیدان، ح:٤٥٨]

''ایک کالے رنگ کی عورت یا مرد مسجد کی صفائی کیا کرتا تھا وہ مر گیا تو نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے متعلق دریافت فرمایا تو کہا گیا کہ وہ فوت ہوگیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں پھر کہا مجھے اس کی قبر بتاؤ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کی نشان دہی کی تو آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔''

②......(سیدنا) ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها ولا تقولوا هجرا۔ [مسند احمد: ٣/٢٣، ٣٨، ٦٣]

''میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا۔ لیکن اب قبروں کی زیارت کرو اور زبان سے بری باتیں مت نکالو۔''

③......سلیمان بن بریدہ اپنے والد بریدہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فان فی زيارتها تذكرة۔ [مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ربه عزوجل فی زيارة قبر امه، ح:٩٧٧]

''میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا لیکن اب ان کی زیارت کیا کرو بلاشبہ ان کی زیارت میں (موت کی) یاد دہانی ہے۔''

④......(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

انّ رسول الله ﷺ خرج الی المقبرة فقال السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء الله بکم لاحقون۔ [ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب ما یقول اذا مر بالقبور، ح:٣٢٣٧]

''رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے تو فرمایا: سلامتی ہو تم پر اے ان گھروں کے مومنوں اور ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔''

⑤......(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اتی رسول الله ﷺ قبر امه فبكى وابكى من حوله فقال رسول الله ﷺ استأذنت ربی تعالٰی علی ان استغفر لها فلم يؤذن لی فاستاذنت ان ازور قبرها فاذن لی فزوروا القبور فانها تذكر بالموت۔ [مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ربه عزوجل

فی زیارۃ قبر امہ، ح:٩٧٦]

''رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر آئے تو رو پڑے اور آپ ﷺ کے اردگرد کے ساتھی بھی رو دیئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے ربّ تعالیٰ سے اجازت چاہی کہ اس کے لیے بخشش کی دعا کروں مگر مجھے اجازت نہیں دی گئی پھر میں نے اجازت چاہی کہ اس کی قبر کی زیارت کرلوں تو مجھے اجازت دے دی گئی۔ چناں چہ تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو بلاشبہ اس سے موت یاد آتی ہے۔''

⑥......امام بغوی ؒ فرماتے ہیں، آپ ﷺ کی والدہ کی قبر مقام ابواء پر تھی اور آپ ﷺ صلح الحدیبیہ کے سال وہاں سے گزرے۔ اس کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت اس حالت میں کی جب کہ ایک ہزار گھوڑوں کے لشکر میں اسلحہ سے لیس تھے۔[شرح السنه للبغوی: ٥/٤٦٣]

⑦......قاضی عیاض ؒ فرماتے ہیں:

استئذانه علیه السلام فی زیارة قبر امه والاذن فی ذلك دلیل علی جواز زیارة القبور ۔ [اکمال العلم بفوائد مسلم:٣/٤٥٢]

''آپ ﷺ کا (باری تعالیٰ سے) اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگنا اور پھر (من جانب اللہ) اس کی اجازت کا مل جانا یہ زیارت قبور کے جواز کی دلیل ہے۔''

⑧...... (سیدنا) ابوسعید الخدری ؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فان فیها عبرة ولا تقولوا ما یسخط الربّ ۔

[مسند احمد: ٣/٣٨،٦٣،٦٦]

''میں نے تمہیں زیارت قبور سے روکا تھا سو اب تم ان کی زیارت کرلیا کرو۔ کیوں کہ اس میں (تمہارے) لیے نصیحت ہے اور ایسی بات نہ کہو جو باری تعالیٰ کو ناراض کر دینے والی ہو۔''

⑨......مسند احمد میں ابوسعید الخدری ؓ سے مروی حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انی نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فان فیها عبرةً ۔ [مسند احمد: ٣/٣٨]

''میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا پس اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیوں کہ (زیارت قبور) میں عبرت ہے۔''

⑩......(سیدہ) عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں:

ان النبی ﷺ نهی عن زیارة القبور ثم رخص فیها احسبه قال فانها تذکر الآخرة ۔ [مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور: ٤٣٠٢]

''نبی مکرم ﷺ نے زیارت قبور سے منع فرمایا پھر رخصت دے دی۔ (سیدہ) عائشہ ؓ فرماتی ہیں میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے آخرت کی یاد آتی ہے۔''

⑪......سلیمان بن بریدہ اپنے والد بریدہ ؓ سے روایت کرتے ہیں وہ (بریدہ ؓ) بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللّٰه ﷺ یعلمهم اذا اخرجوا الی المقابر السلام علیکم اهل الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء الله بکم لاحقون انتم لنا فرطٌ ونحن لکم تبع نسأل الله العافیة ۔ [مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاهلا، ح:٩٧٥]

''(صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) جب قبرستان کی طرف جاتے تو رسول اللہ ﷺ انہیں یہ دعا سکھلاتے: السلام علیکم یا اهل الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء الله بکم لاحقون انتم لنا فرط ونحن لکم تبع نسأل الله العافیة ۔اے گھروں والو! مومن اور مسلمان لوگوں

تم پر سلامتی ہو۔ اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہیں ملنے والے ہیں تم ہم سے سبقت لے گئے اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔''

⑫......(سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

کلّما کان لیلتها من رسول اللّٰه ﷺ یخرج عن آخر اللیل الی البقیع فیقول السلام علیکم دار قوم مومنین واتاکم ما توعدون غدا مؤجلون وانا ان شاء الله بکم لاحقون اللهم اغفر لاهل بقیع الغرقد [مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها، ح:۹۷٤]

''جس رات رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کی باری ہوتی تو (آپ ﷺ) رات کے آخری پہر بقیع (قبرستان) کی طرف نکلتے اور یہ (دعا) پڑھتے: اے گھر والو! مومن لوگو تم پر سلامتی ہو اور کل جلدی ہی جس کا تم وعدہ دیئے جاتے تھے تمہیں مل جائے گا۔ اور بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! اہل بقیع کو معاف فرمادے۔''

⑬......قاضی عیاض رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ذکر حدیث عائشة فی خروج النبی ﷺ الی القبور وسلامه علیهم فیه جواز زیارة القبور للاعتبار والدعاء لهم وجواز الترحّم علی اهل القبور والاستغفار لهم۔ [اکمال المعلم بفوائد مسلم: ۴٤۷/۳]

''(سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذکر کردہ حدیث کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام قبرستان گئے اور ان کے لیے سلامتی کی دعا کی۔ اس (حدیث) میں نصیحت حاصل کرنے اور مردوں کے لیے دعا کرنے کے لیے زیارت قبور کا جواز ہے اور (اسی طرح) اہل قبور کے لیے دعا ورحمت اور بخشش کرنے کا بھی جواز ہے۔''

⑭......(سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

انّ النبی ﷺ کان اذا وضع المیّت فی القبر قال بسم الله وعلی سنة رسول الله ﷺ۔ [ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب فی الدعاء للمیت اذا وضع فی قبره، ح:۳۲۱۳]

''نبی ﷺ جب میت کو قبر میں اتارتے تو یوں فرمایا کرتے ''بسم اللہ وعلی سنۃ رسول اللہ'' اللہ کے نام سے اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر۔''

ظاہر ہے یہ فعل دخولِ قبرستان سے ہی وجود میں آ سکتا ہے بغیر دخول قبرستان کے نہیں۔

تاہم اس حدیث سے صرف آپ ﷺ سے قبر پر دعا پڑھنا ہی ثابت ہے وہ رسومات مروّجہ جن کا ارتکاب اہل بدعات کرتے ہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

⑮...... (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انی کنت نهیتکم عن زیارة القبور فمن شآء ان یزور قبراً فلیزره فانه یرقّ القلب ویدمع العین ویذکر الآخرة۔ [مستدرک حاکم، کتاب الجنائز، باب زیارة النبیؐ قبر امه: ۱٤۳٤]

''میں تمہیں زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا پس جو آدمی قبر کی زیارت کرنا چاہے تو کرلے۔ کیوں کہ (زیارت قبر) دل کو نرم کرتی آنکھ کو اشکبار اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔''

⑯......(سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مرّ رسول الله ﷺ بامراة عند قبر وهی تبکی فقال لها واتقی الله واصبری فقالت الیك عنی فانك لم تصب بمصیبتی ولم تعرفه فقیل لها (هو رسول

اللہ) فاخذها مثل الموت فانت يا رسول الله فلم تجد عند بوابين فقالت رسول يا رسول الله انى لا اعرفك فقال رسول الله ﷺ الصبر اول الصدمة۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب عند القبر اصبری، ح:١١٧٨]

''رسول اللہ ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر کر وہ کہنے لگی چلو جاؤ۔ آپ کو میرے جیسی مصیبت نہیں پہنچی اس (عورت) نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں اسے کہا گیا یہ اللہ کے رسول ﷺ تھے۔ وہ سخت غمگین ہوئی اور آپ ﷺ کے دروازے پر آئی تاہم دروازے کے پاس کسی کو نہ پایا۔ کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا (یعنی معذرت کرنے لگی) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صبر صدمہ (تکلیف) کے آغاز میں ہوتا ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر درج ذیل الفاظ کے ساتھ باب باندھا ہے: ''باب زیارۃ القبور''

⑰...... علامہ کرمانی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وفيه اباحة الزيارة لانه ﷺ لم ينكر عليها زيارتها وتقريره حجّة ۔ [بخاری، شرح الکرمانی: ٧٩/٧]

''اس حدیث میں زیارت (قبور) کا جواز ہے کیوں کہ آپ نے اس عورت کے زیارت قبر پر انکار نہیں فرمایا (بلکہ سکوت فرمایا) اور آپ ﷺ کا سکوت بھی دلیل ہے۔''

⑱......عبداللہ بن ابی ملیکۃ سے روایت ہے کہ

ان عائشة اقبلت ذات يوم من المقابر فقلت لها يا ام المؤمنين من اين اقبلت قالت من قبر اخى عبد الرحمن بن ابى بكر فقلت لها اليس كان رسول الله ﷺ نهى عن زيارة القبور قالت نعم كان نهى ثم امر بزيارتها ۔ [مستدرك حاكم، كتاب الجنائز، باب زيارة النبى قبر امه، ح:١٤٣٢]

''(سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن قبرستان سے ہو کر آئیں تو میں نے کہا اے ام المومنین! آپ کہاں سے آئی ہیں؟ فرمانے لگیں اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی قبر کی (زیارت) کر کے میں نے کہا کیا رسول اللہ ﷺ نے زیارت القبور سے منع نہیں کیا؟ تو فرمانے لگیں ہاں آپ ﷺ (زیارت قبور) سے روکا کرتے تھے تاہم (بعد میں) زیارت قبور کا حکم دے دیا۔''

⑲...... عبداللہ بن ابی ملیکۃ سے مروی ہے فرماتے ہیں، عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے حبشی مقام (یہ مکہ سے تقریباً بارہ کلومیٹر دور ہے) پر وفات پائی اور انہیں مکہ المکرمہ لایا گیا اور دفن کر دیا گیا۔ تو (سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا (اپنے بھائی) عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی قبر پر آئیں، اور درج ذیل اشعار کہے:

وكنا كندمانى جذيمة حقبة
من الدهر حتى قيل لن يتصدقا
فلما تفرقنا كانى ومالكا
يطول اجتماع لم نبت ليلة معا

''ہم ایک عرصہ دراز تک جذیمہ کے دو ساتھیوں کی طرح رہے، یہاں تک کہا جانے لگا کہ ہرگز جدا نہ ہوں گے۔ اب جب ہم جدا ہوئے تو گویا میں اور مالک (غم فراق کی وجہ سے یوں محسوس ہوتا ہے) نے یک جائی کے باوجود ایک رات بھی اکٹھی نہیں گزاری۔'' [ترمذی، ابواب الجنائز، باب زيارة النساء للقبور، ح:١٠٥٥]

(یہ اشعار تمیم بن نویرہ نے مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہے تھے جو چالیس سال تک صحبت بادشاہت میں اکٹھے رہے۔)

پھر فرمایا اللہ کی قسم! اگر میں آپ کی وفات کے وقت موجود ہوتی تو آپ کو وہیں دفن کر دیا جاتا جہاں آپ کی وفات ہوئی اور اگر میں اس وقت آپ کے پاس ہوتی تو اب آپ کی زیارت کو نہ آتی۔

⑳...... (امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد) ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں ہمیں امام شافعی رحمہ اللہ نے بتلایا کہ زیارت قبور میں کچھ حرج نہیں تاہم (قبور) کے پاس زبان سے بری باتیں نہ کہی جائیں جیسے کسی (کے لیے) ہلاکت و بربادی کی بددعا کرنا اور نوحہ وغیرہ۔

لابـأس بـزيـارـة القبور ولكن لا يقال عندها هجر من القول ذلك مثل الدعا بالويل والثبور والنياحة۔

[اخرجه البيهقي في معرفة السنن والآثار، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور: ٧/ ٣٥]

فوائد احادیث مذکورہ بالا پر طائرانہ نظر:

زیارت قبور مشروع ہے بشرطیکہ آداب کو بجالایا جائے۔

قبرستان داخل ہوتے وقت مسنون دعا پڑھنا آپ ﷺ سے ثابت ہے۔

زیارت قبور سے دل نرم ہوتے ہیں، آخرت کی یاد آتی ہے۔

اہل قبور کے لیے دعائے بخشش کرنا مشروع ہے۔

زیارت قبور کے وقت ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں جو باری تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنیں۔

عزیز واقارب کی قبروں کی زیارت سے دل پر خاص تاثر قائم ہوتا ہے۔

قبروں کی زیارت یہ حکم رسول ﷺ ہے جس سے اس عمل کی اہمیت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

والدہ کی قبر کی زیارت کے وقت آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے اصحاب بھی موجود تھے تاہم کسی سے بھی وہ عمل ثابت نہیں جو کچھ عوام الناس قبرستان میں کرتے ہیں۔

بعض عوام الناس یہ کام بھی قبرستان میں سرانجام دیتے ہیں۔ مثلاً چراغ جلانا، پھول بکھیرنا، خوشبو وغیرہ کا اہتمام کرنا، وہاں بیٹھ کر قرآن خوانی کرنا اور ان کو ایصالِ ثواب کرنا، اہل قبور سے دعا کرنا، اپنی حاجات ان کے سامنے رکھنا، استغاثہ کرنا، ندا کرنا، ان کو قبروں میں زندہ سمجھنا اور دیگر رسومات یہ سب کے سب کام آپ ﷺ کے اسوہ سے ثابت نہیں ہیں۔ اگر آپ ﷺ کی سنت سے ان کاموں کا ثبوت ملتا ہوتا تو آپ اور آپ کے اصحاب بالضرور ان کا اہتمام کرتے جب کہ آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے ایسا نہیں کیا جو کہ ان اعمال کے باطل ہونے کی بین دلیل ہے۔

زیارت قبور اور سماع موتی:

زیارت قبول والی روایات سے سماع موتی پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ ماقبل یہ روایت گزر چکی ہے کہ نبی مکرم ﷺ دخول قبرستان کے وقت السلام علیکم دار قوم مومنین الی آخرہ دعا پڑھتے تھے۔ اس سے یہ استدلال کرنا کہ مردے سنتے تھے تو آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی وگرنہ آپ ﷺ کے دعا پڑھنے کا کیا مطلب یہ ایک مفروضہ اور اختراع ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ دخول قبرستان کے وقت اہل قبور کے لیے سلامتی کی دعا کرتے یہ آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے اور ہمیں بھی اسے اختیار کرنا چاہیے جب کہ اکثر عوام وخواص اس سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہونے سے بالکل غافل ہیں۔ خواہ مخواہ استدلال کرنا اور عوام کو بے راہ روی پر لگانا حد درجہ غیر سنجیدگی ہے۔

مذکورہ بالا (سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کہ انھوں نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی وفات کے بعد ان کی قبر پر مرثیہ پڑھا احمد رضا خاں بریلوی نے اس سے ادراک وسماع موتی کا استدلال کیا ہے۔ لکھتے ہیں: ''ام المومنین اگر معاذ اللہ ادراک وسماع ارواح کی منکر ہوتیں تو اس کلام وخطاب کے کے کیا معنی تھے۔ کیا کوئی عاقل اینٹوں پتھروں سے باتیں کرتا ہے۔'' [روحوں کی دنیا، ص: ۲۵۷ احمد رضا خاں بریلوی]

جہاں تک قبر پر آنے کا تعلق ہے تو اس سے بالکل یہ ثابت نہیں ہوتا۔ (سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سماع ارواح کی قائل تھیں باقی رہا ان کا مرثیہ

پڑھنا تو فقط یہ غم فراق کی وجہ سے تھا نہ اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہا سماع وادراک موتی کی قائل تھیں۔ احمد رضا خاں بریلوی صاحب کا یہ کہنا ''کیا کوئی عاقل اینٹوں پتھروں سے باتیں کرتا ہے'' یہ مولانا کی علم حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے ورنہ ایسی بات نہ لکھتے کیوں کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ایک بار (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حجر اسود کو مخاطب کرکے فرمانے لگے:

انی لاقبلك واعلم انك حجر ولولا انی رأیت رسول الله ﷺ یقبلك لم اقبّلك ۔ [مسند احمد: ۲۳۹/۱]

''میں تجھے بوسہ دیتا ہوں حالاں کہ مجھے علم ہے کہ تو (صرف) پتھر ہے اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے بوسہ نہ دیتا۔''

اب صحابی رسول ﷺ سے پتھر کو مخاطب کرکے بات کرنا بھی معلوم ہو گیا جس سے مولانا کے ذاتی مفروضہ کی بھی تردید ہو جاتی ہے۔

کیا زیارت قبور والی احادیث سے مزارات وعروس پر حاضری کا ثبوت قائم کرنا درست ہے؟

جہاں تک عام قبرستان کی بات ہے جو عموماً اکثر مقامات پر ہوتے ہیں تو وہاں جانا یہ تو جائز ہے بشرطیکہ اسوہ رسول ﷺ کو آدمی دامن سے نہ جانے دے۔ احادیث رسول ﷺ اس پر دلالت کرتی ہیں اگر کوئی آدمی ان احادیث سے مزارات پر حاضری کا جواز نکال لے تو یہ جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ وہاں بدعات وخرافات ومفاسدات کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔ مولوی احمد یار خاں نعیمی نے زیارات قبور والی احادیث سے مزارات پر حاضری کا جواز قائم کیا ہے جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب جاء الحق کے (ص: ۳۳۰) پر لکھا ہے۔ جب کہ دوسری طرف انہیں کے پیر ومرشد بانی مذہب بریلویت احمد رضا خاں بریلوی مزارات پر حاضری کو لعنت قرار دے رہے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

''عرض، حضور اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں۔ ارشاد، غنیۃ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس نہیں آتی ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔''

[ملفوظات، ص: ۲۱۶ احمد رضا خاں بریلوی]

احمد رضا خاں بریلوی سوال کا جواب دیتے ہوئے ایک جگہ پر لکھتے ہیں: ''الجواب مولانا المکرّم مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کی دو رجسٹریاں آئیں۔ تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں تھی۔ میری رائے اس مسئلہ میں خلاف پر ہے۔ مدت ہوئی اس بارے میں میرا فتویٰ تحفہ حنفیہ میں چھپ چکا میں اس رخصت کو جو بحر الرائق میں لکھی ہے جان کر نظر بحالات نساء سوائے حاضری روضہ انور کو واجب یا قریب بواجب ہے۔ مزارات اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیۃ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا خصوصاً اس طوفان بے تمیزی رقص ومزامیر وسرود میں جو آج کل جہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے۔

[رسائل اعلیٰ حضرت، ص: ۱۶۹]

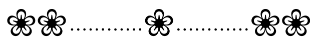
ایک اور مقام پر سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عورتوں کو مزارات اولیاء ومقابر عوام پر جانے کی ممانعت ہے۔'' [احکام شریعت، احمد رضا خاں بریلوی، ص: ۱۷۰، حصہ دوم، مسئلہ: ۲۶]

بانی مذہب بریلویت کے اس فتویٰ کے بعد کسی بھی آدمی کو مزارات وعروس وغیرہ پر حاضری کے جواز پر کہنے کا حق نہیں ہے۔

''کیا عورت قبرستان جا سکتی ہے۔''

اس بارے علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے اسے جائز قرار دیا ہے اور بعض نے اسے مکروہ جانا ہے۔ عورت کے قلت صبر اور کثرت جزع وفزع کی وجہ سے تاہم اگر عورت صبر کے پہلو کو لازم پکڑے اور جزع وفزع کی مرتکب بھی نہ ہو اور نہ ہی ان بدعات کی جن کے فاعل جہلا وسفہاء ہیں تو قبرستان جا سکتی ہے۔



صلہ رحمی

ڈاکٹر صہیب حسن (صدر مسجد و مدرسہ توحید ٹرسٹ۔لندن)

اگر والدین انتقال کر چکے ہوں تب بھی ان کے عزیز و اقارب سے حسن سلوک کرنے کا حکم ہے۔

ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے کہ بنی سلمہ کا ایک آدمی آیا اور پوچھنے لگا:

اے اللہ کے رسول! میں اپنے والدین کی وفات کے بعد کوئی ایسا کام کر سکتا ہوں کہ جس سے ان کی خدمت ہوتی رہے؟

آپ ﷺ نے کہا: ہاں اور وہ ایسے کہ ان کے لیے دعا کرتے رہو، ان کے لیے مغفرت طلب کرتے رہو، انہوں نے جو بھی وعدے اپنی زندگی میں کیے تھے انہیں پورا کرو، ان کے وہ رشتہ دار کہ ان کا رشتہ صرف انہی کی وجہ سے بنتا ہے، ان کے ساتھ حسن سلوک کرو اور ان کے دوستوں کے ساتھ عزت و اکرام کے ساتھ پیش آو۔''

[ابوداؤد۔ابن ماجہ]

اس نبوی ہدایت پر صحابی رسول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کیسے عمل کیا، وہ روایت ملاحظہ فرمائیں: وہ مکہ مکرمہ جا رہے تھے کہ ایک بدوی ملا۔ابن عمر نے انہیں سلام کیا، اپنے ساتھ گدھے پر بٹھایا اور سر پر جو عمامہ باندھے ہوئے تھے وہ انہیں عطا کر دیا۔ابن عمر کے ساتھیوں میں سے ایک شخص جن کا نام ابن دینار تھا کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ آپ کو اور نیکی کرنے کی توفیق دے، یہ تو بدوی لوگ ہیں جو معمولی چیز سے بھی خوش ہو جاتے ہیں۔''

ابن عمر نے کہا اس کے والد میرے والد یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوستوں میں سے تھے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ ایک لڑکا اپنے والد کے دوستوں سے حسن سلوک کرے۔'' [مسلم]

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے والد کے محبوب کا خیال رکھو، ان سے قطع تعلق نہ کرو کہ کہیں اللہ تعالیٰ تمہارے نور کو نہ بجھا دیں۔'' [طبرانی]

والدہ کے ساتھ نیکی کرنے کے ضمن میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہا یہ قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے اپنی ماں کو ایک لونڈی عطا کی تھی، اب وہ انتقال کر گئی ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا ثواب تو واجب ہو گیا، اور یہ لونڈی میراث میں تمہارے پاس واپس آ گئی'' کہنے لگی میری ماں پر ایک مہینے کے روزے واجب تھے، کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھ سکتی ہوں؟'' آپ ﷺ نے کہا: ہاں ان کی طرف سے روزے رکھ لو۔''

کہنے لگی: انہوں نے حج بھی نہیں کیا تھا، کیا ان کی طرف سے حج ادا کر لوں؟'' ارشاد فرمایا: ''ان کی طرف سے حج کر لو۔'' [مسلم]

والدین مسلمان نہ بھی ہوں تو ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہنا چاہیے کہ جس کی ہدایت سورۃ لقمان میں آ چکی ہے۔اور اس ضمن میں حضرت اسماء کی یہ روایت بھی ملاحظہ ہو: کہتی ہیں کہ جن دنوں میں رسول اللہ ﷺ مشرکین مکہ کے ساتھ معاہدہ کیا تھا (یعنی صلحہ حدیبیہ کے موقع پر)، ان دنوں میری والدہ مجھ سے ملنے کے لیے آنا چاہ رہی تھیں۔ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ میری ماں ملنے کی غرض سے آ رہی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھی بات ہے! اپنی ماں سے حسن سلوک کرنا۔'' [بخاری]

ماں کا کتنا بڑا حق ہے اسے ابن عمر کی زبان سے سنیے!

ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یمن کے

ایک شخص کو اس حال میں طواف کرتے دیکھا کہ اس نے اپنی ماں کو اپنی پیٹھ پر اٹھا رکھا تھا اور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا:

انــــی لهـــا بــعیــــر هــــا الـــمــذلـــل
ان اذعـــرت ر کـــابهـــا تـــم اذغـــر

''میں اس کا تابعدار اونٹ ہوں، اونٹ اگر بدک بھی جائے تو میں کبھی نہ بدکوں گا۔''

پھر ابن عمر سے کہا: اے ابن عمر! کیا خیال ہے، میں اس کا بدلہ چکا سکا ہوں؟ ابن عمر نے کہا، نہیں! اس کے ایک آنسو کا بھی نہیں۔''

[الادب المفرد]

ماں کے حقکے بعد باپ کی فضیلت کا تذکرہ ابن عمر یوں کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: باپ راضی ہو تو رب بھی راضی، اور اگر باپ ناراض ہو تو رب بھی ناراض۔'' [ترمذی]

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی کیا شکل ہو، اس بارے میں مشہور تابعی حسن بصری اور امام احمد کے اقوال ملاحظہ ہوں:

حسن بصری کہتے ہیں: کہ جو کچھ تمہاری ملکیت میں ہے، ان پر خرچ کرتے رہو اور سوائے گناہ کی بات کے جو بھی وہ حکم دیں تم اسے مانو۔''

ابن الجوزی اپنے بیٹے محمد بن القاسم کو وصیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ابو اللیث سمرقندی کہتے ہیں: ایک بچے پر اپنے والد کے حقوق میں یہ بھی ہے کہ اگر وہ کھانے کے محتاج ہوں تو انہیں کھانا کھلائے اور جتنی استطاعت ہو انہیں پہننے کے لیے کپڑے مہیا کرے۔''

اور پھر اس آیت ﴿وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ '' ان کے ساتھ دنیا میں معروف کے مطابق رہو'' کی تفسیر میں نبی ﷺ کا یہ قول نقل کیا:

''معروف کے ساتھ رہنے کا مطلب ہے کہ اگر وہ بھوکے ہوں تو انہیں کھانا کھلائے، اگر بے لباس ہوں تو کپڑا پہنائے، ان میں سے دونوں یا کوئی ایک خدمت کا محتاج ہو تو ان کی خدمت بجالائے، وہ پکاریں تو دوڑا دوڑا چلا آئے، ان کا حکم بجالائے الا یہ کہ وہ گناہ کا حکم دیں، ان سے نرمی کے ساتھ بات کرے، انہیں ان کے نام کے ساتھ نہ پکارے، ان کے پیچھے پیچھے چلے اور ان کی مغفرت کے لیے دعا کرتا رہے۔''

[تنبیہ الغافلین: ۱، ۱۳۷]

والدین کے ساتھ حسن سلوک خاص طور پر اور بقیہ اقارب کے ساتھ صلہ رحمی پر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے کیا اعزازات وانعامات رکھے ہیں، ان کا تذکرہ ملاحظہ ہو:

سہل بن معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے اپنے والدین سے حسن سلوک کیا، اسے بشارت ہو، اللہ اس کی عمر میں برکت عطا فرمائے گا۔ [الطبرانی]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''سوائے نیکی کے اور کوئی چیز عمر میں اضافہ نہیں کر سکتی اور سوائے دعاء کے کوئی چیز تقدیر کو پلٹ نہیں سکتی اور آدمی اس ایک گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔''

[ترمذی۔احمد]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صلہ رحمی اور اچھے پڑوس یا اچھے اخلاق بستیوں کو آباد کرتے ہیں اور عمر میں اضافہ کرتے ہیں۔'' [بخاری]

والدہ سے حسن سلوک کا یہ پہلو بھی دیکھیے!

ایک شخص نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے علی زین العابدین سے پوچھا:

آپ لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی ماں کا خیال رکھنے والوں میں سے ہیں لیکن کبھی آپ کو ان کے ساتھ ایک ہی رکابی میں کھانا کھاتے نہیں دیکھا تو انہوں نے جواب دیا: مجھے اس بات کا خدشہ رہتا ہے کہ کہیں میرا ہاتھ کھانے کے اس حصہ پر پہلے نہ پہنچ جائے جہاں ان کی نظر مجھ سے پہلے پہنچ چکی ہے اور یوں میں ان کی نافرمانی کا مرتکب ہوں۔

[ابن قتیبہ: عیون الاخبار]

حضرت علی رضی اللہ عنہ ﴿وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں والدین کی نافرمانی کے ضمن میں کلمہ ''اف'' سے بھی حقیر کوئی بات ہوتی تو اسے حرام قرار دے دیتے، اس لیے والدین کا نافرمان جو کچھ بھی کر لے وہ جنت میں داخل نہ ہو سکے گا، اور فرمان بردار جو چاہے کرے وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ فرماں بردار اولاد اگر گنہگار بھی ہو تو والدین کی خوشنودی کی بنا پر اسے توبہ اور اچھے خاتمہ کی توفیق ہو جائے گی، اس کے مقابلہ میں نافرمان چاہے اطاعت گزار ہی کیوں نہ ہو، اس کی نافرمانی رنگ لائے گی اور اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

آگے بڑھنے سے پہلے ہم صلہ رحمی کے اثرات کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور سلف کے اقوال کی روشنی میں جائزہ لیتے جائیں۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ لوگ دیوانہ وار ان کی طرف لپکے، ایک شور تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ آ گئے ہیں، میں بھی لوگوں کے ساتھ چلا آیا کہ دیکھوں یہ کون ہیں، ان کا چہرہ میں نے دیکھتے ہی کہا: یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا، پہلی بات جو بھی میں نے ان سے سنی وہ یہ تھی:

اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، رات کو اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں، ایسا کرو گے تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔'' [ترمذی۔ ابن ماجہ]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو، اس کا رزق وسیع ہو اور اس ے بھیانک قسم کی موت نہ آئے تو وہ اللہ سے ڈرے اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔''

[طبرانی، البزار]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا، میں نے ان کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو انہوں نے پہلے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: اے عقبہ! کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ دنیا اور آخرت میں سب سے افضل اخلاق کیا ہیں؟ وہ یہ کہ جو تم سے کٹے تم اس سے جڑو! جو تمہیں نہ دے تم اسے دو! جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کر دو! اور سنو! جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو، اس کے رزق میں فراوانی ہو، تو وہ اپنے رحمی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔'' [الحاکم]

علامہ طیبی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ صلہ رحمی کرنے والے شخص کے آثار کو ایک طویل عرصہ تک باقی رکھتے ہیں اور وہ جلد نہیں غائب ہوتے برخلاف قطع رحمی کرنے والے کے، کہ اللہ اس کے آثار کر دیتے ہیں۔''

[فتح الباری]

اب یہ بھی ملاحظہ ہو کہ صلہ رحمی میں کیا کیا چیزیں آ جاتی ہیں:

ابن جریر کہتے ہیں:

صلہ رحمی کا مطلب ہے کہ جن حقوق کی ادائیگی کا اللہ نے حکم دیا ہے، وہ ادا کیے جائیں اور جہاں نرمی وشفقت کا حکم دیا گیا ہے وہاں نرمی اور شفقت سے کام لیا جائے۔'' [جامع البیان]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کے دینے پر اس کے بدلے کچھ دے تو اسے صلہ رحمی کرنے والا نہیں کہیں گے، صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے کہ اس کے رشتہ دار اس تعلقات توڑ لیں اور وہ انہیں جوڑے۔''

[بخاری]

اور اسی ضمن میں یہ بات بھی آ جاتی ہے کہ دوسروں کی ایذا رسانی کو انسان بھول جائے۔

لقمان حکیم کتنی پیاری بات کہتے ہیں:

اگر تم نماز میں ہو تو اپنے دل کی حفاظت کرو۔

اگر کسی کھانا کھا رہے ہو تو اپنے حلق کی حفاظت کرو۔

اگر کسی کے گھر میں ہو تو اپنی آنکھوں کی حفاظت کرو۔

اگر لوگوں کے درمیان ہو تو اپنی زبان کی حفاظت کرو۔

دو باتیں یاد رکھو اور دو باتیں بھول جاؤ۔

یاد رکھنے والی باتیں ہیں: اللہ اور اپنی موت بھول جانے والی باتیں ہیں: دوسرے سے جو احسان کیا ہے اور دوسرے نے تمہارے ساتھ جو بدسلوکی کی ہے۔'' [روح البیان]

اولاد کو خیال رکھنا چاہیے کہ وہ جیسا سلوک والدین کے ساتھ کریں گے، ویسا ہی ان کی اولاد ان کے ساتھ کرے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، تمہاری اولاد تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے گی، خود بھی پاک دامن رہو تمہاری عورتیں بھی پاک دامن رہیں گی۔'' [طبرانی۔الحاکم]

دوسرے الفاظ میں کہا جاسکتا ہے:

''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔''

ایک عرب دوست نے ناخلف اولاد کا یہ واقعہ سنایا:

مکہ سے کچھ فاصلے پر ایک خاندان آباد تھا، بیٹے والدین کے انتہائی نافرمان تھے، باپ بوڑھا اور محتاج ہو چکا تھا، بیٹے اپنے باپ سے جان چھڑانا چاہتے تھے تاکہ اس کی دولت پر قابض ہوسکیں، چنانچہ انہوں نے ایک پلان بنایا، باپ کو آمادہ کیا کہ وہ اسے عمرہ کروائیں گے، باپ خوشی خوشی راضی ہوگیا، بیٹے اسے اٹھا کر مکہ لے آئے، عمرہ ادا کروایا، اور پھر باپ کو حرم کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ بٹھا کر کہا کہ ابا، آپ یہاں ٹھہریں ہم بازار سے فارغ ہوکر آتے ہیں اور آپ کو لے جاتے ہیں، (نیت تھی کہ باپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے)۔ باپ نے کہا: مجھے اس ستون کئے ساتھ نہیں بلکہ دور پرے جو ستون نظر آرہا ہے وہاں بٹھاؤ!

بیٹوں نے کہا: اس ستون مین اور اس ستون میں کیا فرق ہے کہ آپ وہاں بیٹھنا چاہتے ہیں اور یہاں نہیں؟ تو اس نے کہا بیٹا وہ ستون وہ ہے کہ جہاں میں نے اپنے محتاج باپ کو بٹھایا اور پھر میں غائب ہوگیا تھا!!

ایسے ہی ایک ناخلف بیٹے کا واقعہ ہے کہ ایک مجلس میں وہ اپنے ہم جولیوں کے ساتھ گپ شپ کررہا تھا اور ذرا فاصلے پر اس کا باپ اپنے دوستوں کے جھرمٹ میں محوگفتگو تھا۔

باپ اپنے دوستوں کو کہہ رہا تھا: میرا یہ اکلوتا بیٹا ہے جسے میں نے جنگل میں جا کر ایک پیپل کے درخت کے نیچے چلہ کاٹ کر، دعائیں کرکر کے حاصل کیا ہے۔''

بیٹے نے اپنے دوستوں سے کہا: کاش مجھے بھی معلوم ہوجائے کہ یہ پیپل کا درخت کہاں ہے، تاکہ میں وہاں جا کر دعا مانگوں کہ میرا بڈھا باپ کب رخصت ہوگا کہ اس کی دولت حاصل کرسکوں۔''

امام احمد کہتے ہیں: والدین سے حسن سلوک کبیرہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

''ہر حقدار کا حق ادا کرتے رہو چاہے وہ بیوی ہو، اولاد ہو یا قرابت دار ہوں۔''

اپنی ہر گھڑی کا حساب رکھو کہ تم اس میں کیا چھوڑے جارہے ہو، ہر ساعت میں بہترین عمل کا ذخیرہ چھوڑتے جاؤ، اپنے نفس کا خیال رکھو اور اسے بہترین کاموں کا عادی بناؤ، قبر کے صندوق میں وہ چیزیں بھیجو کہ جب لینے جاؤ تو خوش ہو، جیسے کسی شاعر نے کہا ہے:

یا من بدنیاہ اشتغل
وغرہ طول الامل
الموت یأتی بغتةً
والقبر صندوق العمل

''سنو! اے دنیا میں مشغول شخص کہ جسے لمبی لمبی امیدوں نے غافل کررکھا ہے، سن کے موت اچانک آجاتی ہے اور قبر تمہارے اعمال کا صندوق بن جاتی ہے۔''

اولاد کے ساتھ حسن سلوک:

اولاد کے ساتھ اسے بڑھ کر حسن سلوک کیا ہوسکتا ہے کہ ان کی بہترین تربیت کی جائے، انہیں اسلامی آداب سکھائے جائیں، اردو کا ایک مقولہ ہے کہ'' بچے کو سونے کا نوالہ کھلاؤ، لیکن اسے شیر کی آنکھ

سے دیکھو!'' یعنی اسے آسائش مہیا کرو لیکن ان کی حرکات وسکنات پر کڑی نظر رکھو۔

بچوں کو چاہے وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں، کچھ دیتے وقت برابر دینا چاہیے، چھوٹے بچوں کو کھلونے دیتے وقت بڑی اولاد میں پیسہ یا جائداد بانٹتے وقت اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔

صحابی نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے ایک غلام بخشا، میری والدہ نے والد سے کہا کہ اس عطیہ پر اللہ کے رسول ﷺ کو گواہ ٹھہرالیں، والد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے اپنے بیٹے نعمان کو یہ غلام بخش دیا ہے، اللہ کے رسول نے سوال کیا: کہ کیا تم نے باقی سب بچوں کو بھی ایسا ہی دیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! تو اللہ کے رسول نے کہا: میں کسی ناانصافی پر گواہ نہیں بن سکتا، جاؤ اور اپنی اولاد کو برابر برابر دو!'' [بخاری۔ مسلم]

اولاد کی اچھی تربیت کی ہوگی، انہیں نیک اور صالح بنایا ہوگا تو وہ اپنے والدین کے لیے دعائیں کرتے رہیں گے اور یوں مرنے کے بعد بھی ان کے اجر وثواب میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب ابن آدم مرجاتا ہے تو اس کے اعمال بھی منقطع ہوجاتے ہیں سوائے تین چیزوں کے: صدقہ جاریہ، علم جس سے نفع حاصل ہو اور نیک اولاد جو اپنے والدین کے لیے دعا کرے۔''

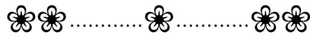
[مسلم]

انہی کی دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ایک آدمی دیکھتا ہے کہ جنت میں اس کا درجہ بلند کیا جارہا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ کیسے ہوا؟ تو اسے بتایا جاتا ہے کہ تمہارے بچے کی وجہ سے جو تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرتا رہتا ہے۔''

[ابن ماجہ]

عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے والد کو ان کی وفات کے بعد خواب میں ایسے دیکھا جیسے وہ ایک باغ میں ہوں۔ انہوں نے مجھے کچھ سیب دیے، جس کی تاویل میں نے یہ کی کہ اولاد ہوگی، میں نے اس سے پوچھا: آپ ﷺ نے سب سے افضل کون سا عمل دیکھا تو کہا: استغفار، اے بیٹے!۔'' [قصص الصالحین]



مولانا اسماعیل الخطیب کے لیے دعائے صحت

مولانا محمد اسماعیل الخطیب گزشتہ دنوں سے علیل ہیں۔ احباب موصوف کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لیے دعائے صحت فرمائیں۔

[قاری محمد شکیل، قاری حبیب اللہ بسمل۔ فیصل آباد]

شاعر جماعت عبدالوحید ربانی کی وفات

حافظ عبدالوحید ربانی (اوکاڑا) ۳۱ جنوری ۲۰۱۰ء بروز اتوار وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم جماعت اہل حدیث کے معروف عوامی شاعر تھے۔ جلسوں اور کانفرنسوں میں انھیں شوق سے سنا جاتا تھا۔ بھومن شاہ میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ قارئین مرحوم کی مغفرت وبلندئ درجات کے لیے دعا فرمائیں۔ [محمد صدیق حسن، مہتمم تبلیغ الاسلام بھومن شاہ، ضلع اوکاڑا]

مسجد کی تعمیر میں حصہ لیں

گھوٹکی شہر (سندھ) میں اہل حدیث مسجد کی تعمیر شروع کردی گئی ہے۔ احبابِ جماعت موقعہ دیکھ کر تعمیری ضروریات (سیمنٹ، سریا، اینٹ، بجری وغیرہ) کے سلسلے میں مالی تعاون کریں تاکہ ایک خوب صورت مسجد تعمیر ہوسکے۔ اللہ کریم معاونین کو اجر عظیم سے نوازے گا، ان شاء اللہ۔

حافظ عبدالسمیع محمدی مدرسہ دارالقرآن والحدیث میرپور ماتھیلو
بائی پاس ضلع گھوٹکی (سندھ)



تحقیق وتنقید

عقیدت کی بنیاد پر عقائد کا تضاد

محمد عبدالرزاق ساجد (لیکچرر گورنمنٹ ملت ڈگری کالج فیصل آباد)

الحمد للہ اسلامی سال ۱۴۳۱ھ شروع ہو چکا ہے اور حسب سابق اس کا آغاز بھی انتہائی جوش وجذبہ اور عقیدت واحترام سے ہو چکا ہے جو کہ سارا سال جاری وساری رہے گا۔ جذبۂ جوش انتہائی قابل قدر ہے اگر وہ عالم ہوش کو کھو نہ دے۔ ذیل میں چند استفسارات ہیں جو مجھے اپنے آپ سے پوچھ کر اصلاح نفس کی سعی وکاوش کرتے رہنا چاہیے۔

ایک طرف میرا عقیدہ یہ ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تخلیق سیدنا آدم علیہ السلام سے بھی پہلے فرما دی گئی۔

اور دوسری طرف میں ان کی ولادت با سعادت کی تحدید ۱۲ ربیع الاوّل کے ساتھ کرتا ہوں۔ کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟ اگر ہے تو کیوں؟ اور اس کا حل کیا ہے؟

ایک طرف میرا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ (نور) ہیں۔ اور نور تو دو قسم کا ہوتا ہے: ① مخلوق کا نور۔ ② خالق کا نور۔ آپ ﷺ کون سا نور ہیں؟

اگر آپ (نورِ مخلوق) ہیں تو کیا اس سے عقیدۂ میلاد النبی ختم نہیں ہو جاتا؟ کیوں کہ نور کو ولادت کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا کہ جبرئیل۔

کیا یہ عقیدہ رکھنے سے درج ذیل عقائد کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔

①......شجرۂ نسب رسول اللہ ﷺ
②......آباواجداد رسول اللہ ﷺ
③......خاندانِ نبوت
④......انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب
⑤......زوجات رسول اللہ ﷺ
⑥......امہات المومنین رضی اللہ عنہن
⑦......اولادِ رسول اللہ ﷺ
⑧......اہل بیت کا عقیدہ
⑨......محرم الحرام کے احوال واعمال
⑩......ربیع الاوّل کے احوال وواقعات
⑪......واقعہ کربلا
⑫......شہادت حسین رضی اللہ عنہ
⑬...... ہر سال لگائی جانے والی سبیلیں
⑭......اور ان تمام امور پر پیش کی جانے والی دلیلیں۔ اور مذکورہ عقائد کی کھڑی کردہ بلند وبالا فلک بوس عمارتیں۔ آپ ﷺ کو صرف ''نور'' کہہ دینے اور مان لینے سے دھڑام سے گر نہیں جاتیں؟

اور اگر آپ ﷺ واقعتاً (نور من نور اللہ) ہیں تو کیا

آپ کا نوری مخلوق ہونے والا عقیدہ برقرار رہ سکتا ہے؟ کیا دونوں متضاد نہیں؟

پھر عقیدہ رسالت، عقیدۂ نبوت، نظریہ بعثت اور عقیدۂ ختم نبوت سب ختم نہیں ہو جاتے۔

پھر آپ کے صاحب مقام محمود، فاتح جنت الفردوس، ساقی حوض کوثر، شافع محشر، اور سردارِ اولاد آدم علیہ السلام ہونے کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے۔

پھر **یایھا الرسول، یایھا النبی، یایھا المدثر، یایھا المزمل** جیسی آپ کو دی جانے والی آوازوں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ کیا اللہ خود کو آوازیں دے رہے ہیں؟

پھر دنیا میں قبر نبوی کیوں؟ کیا نور ربانی کو قبر میں دفنایا جا سکتا ہے؟

پھر روضہ رسول ﷺ کیوں؟ اگر آپ ﷺ (نور من نور اللہ) ہیں تو صرف بیت اللہ پر اکتفا کیوں نہ کیا گیا؟

پھر روضہ مطہرہ کی نسبت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف کیوں؟

اور بیت اللہ کی اضافت ربِّ دوجہاں کی طرف کیوں؟

ایک طرف ہم سیدالکونین ﷺ کو (عالم الغیب) مانتے ہیں!

اور دوسری طرف عقیدۂ وحی پر بھی ایمان رکھتے ہیں؟ کیا یہ دونوں متضاد عقیدے نہیں؟

کیا آپ ﷺ کو عالم الغیب کہنے سے نزول جبریل کا مقصد ختم نہیں ہوجاتا؟

کیا عقیدۂ علم الغیب کے اثبات سے، نزول وحی، نزولِ آیات اور نزولِ قرآن کا عقیدہ ختم نہیں ہوجاتا؟ ۲۳ سالہ مکی ومدنی دور پر محیط وحی کا خاتمہ نہیں ہوجاتا؟

ایک طرف ہم رحمت دوعالم ﷺ کو (حاضر وناظر) مانتے ہیں!

اور دوسری طرف آپ ﷺ کو عالم الغیب بھی مانتے ہیں، کیا ان دونوں عقیدوں میں کھلا تضاد نہیں؟

کیا اس عقیدہ سے آپ ﷺ کے شکم مادر میں ہونے کی روایات ختم نہیں ہوجاتیں؟

کیا اس عقیدہ سے واقعاتِ میلاد کا کوئی وجود باقی رہ جاتا ہے؟

کیا اس عقیدہ سے دائی حلیمہ سعدیہ کے ساتھ جانا اور مکہ چھوڑنے کی صداقت باقی رہ جاتی ہے؟

کیا اس عقیدے کے ہوتے ہوئے سفر شام کی کوئی حقیقت رہ جاتی ہے؟

آپ حاضر وناظر بھی ہیں اور مکہ چھوڑ کر جبل نور کی غار حرا میں جارہے ہیں۔

حاضر وناظر بھی ہیں اور جبل نور غار حرا کو چھوڑ کر بیت خدیجہ میں (زملونی زملونی) بھی فرمارہے ہیں؟

آپ اگر حاضر وناظر ہیں تو کیا ترکِ کعبہ، ترکِ مکہ، ترکِ گھر، ترکِ اہل وعیال، غارثور میں تین راتوں کا قیام، وصولِ قبا، ترکِ قبا اور ہجرتِ مدینہ کے واقعات بے معنی نہیں ہوجاتے؟

اگر آپ حاضر وناظر ہیں تو ترکِ حجرہ، دخولِ مسجد، ترکِ مسجد، دخولِ حجرہ آپ کے لیے انتظار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ادائیگی فرائض مسجد میں اور ادائیگی نوافل گھر میں...... یہ سب عنوانات کہاں جائیں گے؟

اگر آپ حاضر وناظر ہیں تو غزوات کے سفر ختم، سفر بدر، خروج احد، حضر خندق، صلح حدیبیہ، غزوۂ خیبر اور فتح مکہ سب ختم؟

اگر آپ عالم الغیب ہیں تو سفر حج کی تفصیل ختم، مدینہ سے ذوالحلیفہ، ذوالحلیفہ سے سوئے مکہ، مکہ سے منی، منی سے عرفات اور عرفات سے مزدلفہ براستہ منی مکہ واپسی، طواف قدوم اور طواف وداع کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

اگر آپ حاضر وناظر ہیں تو مکہ سے بیت المقدس تک اسراء اور وہاں سے ملائے اعلیٰ تک معراج کا عقیدہ ختم نہیں ہوجاتا؟ اگر آپ اوپر تھے تو بلایا کیوں گیا؟ اور اگر آپ نیچے مکہ میں تھے تو واپس کیوں بھیجا گیا؟ اگر آپ ہر جگہ تھے تو ہر آسمان پر دستک اور سوال وجواب کا مرحلہ کیوں پیش آیا؟

تو کیا عقیدۂ حاضر وناظر سے یہ سارے عقائد ختم نہیں ہوجاتے؟

اور ان عقائد کو اگر صحیح اور درست مانا جائے تو عقیدۂ حاضر وناظر ختم نہیں ہوجاتا؟ اور اگر دونوں کو صحیح مانا جائے تو یہ کھلا تضاد نہیں؟

کیا ہم نے کبھی سوچا کہ ایک طرف ہادیٔ دوعالم کو ہم حاجت روا ومشکل کشا مانتے ہیں!

اور دوسری طرف عقیدۂ توسل رسول ﷺ، وسیلہ رسول اور طفیل رسول ﷺ کی باتیں کرتے ہیں۔ کیا یہ دونوں متضاد عقیدے نہیں؟

اگر آپ مشکل کشا ہیں تو آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے مکی دور کے مصائب وتکالیف کے واقعات ختم، ہجرت حبشہ ختم، جسم اطہر پر اوجھڑیوں کے لادنے کے تذکرے ختم، شعب ابی طالب کی بندشیں ختم، سفر طائف کی لہولہان داستان ختم۔

والد ماجد، والدہ ماجدہ، جدامجد چچا ابوطالب، اور اہلیہ سیدہ خدیجہ کی وفات اور عام الحزن کے عنوان ختم۔

بدر کی ۱۴ شہادتیں ختم، احد کے ستر لاشے ختم، سیدالشہداء کا معاملہ ختم، بیٹیوں، بیٹیوں کی وفات کے سلسلے ختم، بئر معونہ کے ستر قراء کا واقعہ ختم، قنوتِ نازلہ کے اسباب وابواب ختم۔

کیا مشکل کشائی وحاجت روائی کا عقیدہ ان حقائق سے متصادم نہیں؟

اگر حقائق درست ہیں تو آپ کے مشکل کشا ہونے کا عقیدہ ختم ہوجاتا ہے۔

اور اگر یہ عقیدہ صحیح ہے تو یہ حقائق ختم ہوجاتے ہیں۔ اور اگر دونوں صحیح مانے جائیں تو کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟

ایک طرف ہم سیدالرسل ﷺ کو (مختار کل) مانتے ہیں!
اور دوسری طرف آپ ﷺ کو شافع محشر مانتے ہوئے شفاعت کبریٰ کا عقیدہ رکھتے ہیں؟
اگر آپ کو مختار کل مان لیا جائے تو پھر کسی سے سفارش وشفاعت کی ضرورت کیا ہے؟
جب خود ہی مختار عام اور مختار کل ہیں تو خود ہی معاف کر دیں! کیا مانع ہے؟
اور آپ کو شافع محشر مانا جائے تو مختار کل کا عقیدہ ختم ہوتا ہے۔
اور اگر دونوں کو صحیح مانا جائے تو کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟
ایک طرف ہم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عید میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں! اگر عید میلاد النبی ﷺ کا عقیدہ حق اور سچ ہے؟
تو پھر نور من نور اللہ کا عقیدہ ختم نہیں ہوجاتا؟ کیوں کہ نور کو ولادت کی ضرورت نہیں ہوتی۔
اگر عید میلاد النبی ﷺ کا عقیدہ حق ہے تو مختار کل کا عقیدہ گیا۔
کیوں کہ مختار کل ولادت کے مراحل میں کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔
اور اگر میلاد النبی ﷺ کا عقیدہ درست ہے تو آپ کی مشکل کشائی کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے؟
وہ مشکل کشا کیسا جسے جنم وولادت کے مشکل مراحل کا سامنا کرنا پڑے۔
ایک طرف آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا پرچار، اور دوسری طرف آپ کی بشریت کا انکار!......کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟
ایک طرف سید ولد آدم کا اعزاز، اور دوسری طرف آپ ﷺ کی بشریت سے فرار!......کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟
ایک طرف ہم انہیں آدم علیہ السلام کے بیٹے کہتے ہیں، اور دوسری طرف انکار بشریت پر اصرار بھی کرتے ہیں!......کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟
ایک طرف ہم آپ کی عمر کی تحدید ۶۳ برس کرتے ہیں، جب کہ دوسری طرف ہم آپ کی وفات کے انکاری بھی ہیں!......کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟
عمر کو بریک تب لگتی ہے جب وفات ہوتی ہے، وگرنہ آپ کی عمر صرف ۶۳ سال کیوں؟
آج آپ کی عمر ۱۴۸۱ سال ہوتی، افکار کا یہ کھلا تصادم کیوں؟

ایک طرف ہم بینرز اور اشتہارات تو عید میلاد النبی ﷺ کے بنا، لگا اور لٹکا رہے ہوتے ہیں!
مگر ان پر تصویر روضۂ رسول کی بناتے ہیں۔
تصویر قبر رسول والی جگہ کی لگاتے ہیں۔
تذکرے ولادت کے اور علامات وفات کی! کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟
کیا مکہ میں جائے ولادت والے مکتبہ کی تصویر ان اشتہارات اور بینرز میں نہیں چھپ سکتی۔
ایک طرف ہم عشق رسول ﷺ کا دعویٰ کرتے ہیں۔
تو دوسری طرف اطاعت رسول ﷺ اور اتباع پیغمبر ﷺ چھوڑ کر کسی امتی، امام کی تقلید کی راہ کیوں اپناتے ہیں؟
کیا عشق رسول ﷺ اور ہمارا طرز عمل دو متصاد چیزیں نہیں؟
ایک طرف ہم ''غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے'' کے نعرے بلند کرتے ہیں اور دوسری طرف آباواجداد کی رسوم ورواج پر مرے مٹے جاتے ہیں، کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟
ایک طرف ہم دعویٰ ''اہل سنت'' ہونے کا کرتے ہیں!
دوسرے طرف ہم بدعات وخرافات کے حامی وداعی اور سرگرم مبلغ بنتے ہیں۔ کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟
ایک طرف ''یہ سب تمہارا کرم ہے آقا'' کا سلوگن
اور دوسری طرف غوث اعظم بغداد والے شیخ عبدالقادر جیلانی
ایک طرف بھر دو جھولی میری یا محمد ﷺ
اور دوسری طرف داتا لاہور والے علی ہجویری رحمہ اللہ
ایک طرف مسجدوں میں قیام، رکوع، سجود، ثنا، فاتحہ اور قل ھو اللہ احد
اور دوسری طرف کبھی تیرے در، کبھی میرے در
کبھی ان کے در، کبھی اُن کے در
کبھی دربدر، جھکے میرا سر، ہر شام وسحر
کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے!......تو کیا اصلاحِ نفس کی امید کی جاسکتی ہے؟

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا ، نہ بن ، اپنا تو بن

تذکرہ علمائے اہل حدیث

علامہ شمس الحق محدث ڈیانوی رحمہ اللہ کا ذوقِ کتب

مولانا محمد یاسین شاد (عبدالرحمٰن اسلامک لائبریری، ملتان)

معروف مؤرخ مولانا شبلی نعمانی دارالعلوم ''ندوۃ العلماء'' لکھنؤ کی علمی نمائش منعقدہ ۱۴/اپریل ۱۹۰۶ء بمقام ٹاؤن ہال بنارس، میں کتب خانہ ڈیانواں مضافاتِ پٹنہ صوبہ بہار مملوکہ علامہ محمد شمس الحق محدث ڈیانوی رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے ''الندوہ'' جلد:۳، شمارہ نمبر:۲ میں بعنوان ''نادرالوجود کتابیں'' لکھتے ہیں:

''فن حدیث کی نہایت نایاب کتابیں مولوی شمس الحق صاحب ڈیانوی نے عنایت کی تھیں۔ جن میں سے متعدد کتابیں ایسی تھیں جو امام بخاری سے پیشتر زمانہ کی تصنیف تھیں۔'' [منقول از مقالات شبلی، جلد ہفتم، ص:۱۰۴ طبع اوّل نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، پاکستان]

علامہ محدث ڈیانوی رحمہ اللہ نے بیک وقت چار ذرائع سے علم حدیث کی خدمت انجام دی۔

① ...... بذریعہ درس وتدریس، جس کے ذریعے طلباء علوم دین کی ایک کثیر تعداد نے آپ سے علمی استفادہ کیا۔

② ......معاصر علماء کی عملی تربیت اور ان کی صلاحیتوں کے اظہار کے لیے نہ صرف مواقع پیدا کیے بلکہ ممکنہ وسائل بھی مہیا کیے تا کہ مسلک سلف محدثین کے احیاء کا کام جاری رہے۔

③ ...... نادر ونایاب احادیث کی کتابوں کی جمع واشاعت، تا کہ جن کتابوں کے حصول کا مرحلہ سخت دشوار تھا وہ بآسانی میسر آ سکیں۔

④ ...... بذریعہ تصنیف وتالیف جو اخلاق کے لیے عظیم علمی خزینہ ثابت ہو سکے۔ [محمد تنزیل الصدیقی الحسینی ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور ۲۰ دسمبر ۲۰۰۲ء]

خصوصی طور پر ذوقِ کتب کے لیے تین اصحاب الفضیلۃ ماہرین علوم الحدیث کثیر التصانیف ہیں۔ میری مراد یہ شخصیات ہیں:

① ......علامہ ابوالطیب سید نواب صدیق حسن قنوجی بھوپال المتوفی ۱۸۹۵ء

② ......علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی المتوفی ۱۹۱۱ء

③ ......علامہ ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی لاہور المتوفی ۱۹۸۷ء

سید نواب صدیق حسن قنوجی بخاری کی تصانیف کی تعداد ۲۲۳ ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ سلفیہ لائبریری (لاہور) میں جملہ تصانیف نواب صاحب موجود ہیں۔

فضیلۃ الشیخ مولانا عطاء اللہ حنیف کی خدمات علمیہ پر اشاعت خاص ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور سال ۲۰۰۵ء طبع ہو چکی ہے۔ اسی اشاعت کے صفحہ ۱۱۵ پر نامور مؤرخ اہل حدیث، ہمارے محسن خاص مولانا محمد اسحاق بھٹی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کی کنیت پر تحریر کرتے ہیں:

''حنیف ان کا تخلص تھا، ابوالطیب ان کی کنیت تھی۔ حضرت نواب صدیق حسن خان کی کنیت بھی ابوالطیب تھی اور شارح ابوداؤد مولانا شمس الحق ڈیانوی کی کنیت بھی یہی تھی۔ مولانا ان حضرات کے علم وفضل سے بہت متاثر تھے اسی لیے انہوں نے اپنے لیے یہ کنیت اختیار کی تھی۔ والدین نے ان کا نام عطاء اللہ رکھا تھا لیکن وہ حصولِ برکت کے لیے عام طور پر اپنے نام کے ساتھ محمد کا سابقہ لگاتے تھے۔''

اس مختصر مضمون میں متوسط الذکر عبقری شخصیت علامہ ابی الطیب محمد شمس الحق ڈیانوی محدث کے ذوقِ کتب کے حوالے سے گزارشات پیش خدمت ہیں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی علم حدیث پر دیئے گئے اپنے لیکچرز میں فرماتے ہیں:

''میاں نذیر حسین کے دوسرے شاگرد تھے علامہ شمس الحق عظیم آبادی، یہ اتنے بڑے محدث ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کے زمانے میں ان سے بڑا محدث کوئی نہیں تھا، یا اگر تھے تو ایک دو ہی تھے تو شاید یہ مبالغہ نہیں ہوگا۔ انہوں نے دو کارنامے انجام دیئے جو بہت غیر معمولی تھے:

① ......ان کا ایک کارنامہ تو یہ تھا کہ انہوں نے غایۃ المقصود کے نام سے سنن ابوداؤد کی مفصل شرح لکھی جو بتیس جلدوں میں تھی۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ یہ مکمل شرح دستیاب نہ ہونے کی بنا پر چھپ نہ سکی۔ البتہ دستیاب حصہ تین جلدوں میں کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔

② ......انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی اور دوشاگردوں کو اس کی تلخیص کے کام پر لگا دیا۔ یہ تلخیص عون المعبود کے نام پر شائع ہوئی اور آج چھپی ہوئی ہر جگہ ملتی ہے جو سنن ابی داؤد کی بہترین شرحوں میں سے ایک ہے۔ عون المعبود برصغیر، ایران، بیروت، مصر اور باقی دنیا میں بھی چھپی ہے اور اس کے درجنوں ایڈیشن نکلے ہیں۔

[محاضراتِ حدیث: ۴۲۹، ۴۳۰]

''عون المعبود'' کی تصنیف کے دوران محدث ڈیانوی رحمہ اللہ کی معاونت ان کے برادرِ صغیر اور بعض دیگر علماء و محدثین نے کی جس کا تذکرہ مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے ''تذکرۃ المحدثین'' جلد اوّل، صفحہ ۲۶۱ تا ۲۶۳ کیا ہے۔ نیز ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ میں بھی مولانا اصلاحی کا ایک مضمون ''عون المعبود کا مصنف کون ہے؟'' اپریل ۱۹۶۱ء میں طباعت پذیر ہوا تھا جس میں ثابت کیا تھا کہ ''عون المعبود'' شیخ علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق بن امیر علی ڈیانوی عظیم آبادی کی تصنیف لطیف ہے۔ دیگر حضرات اہل علم وفضل بمع برادرِ صغیر محض ان کے معاون تھے۔

محدث شمس الحق ڈیانوی نے حدیث کی عظیم الشان ومعروف کتاب ''سنن دارقطنی'' مصنفہ امام ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ کو پہلی مرتبہ اپنی مفید تعلیقات کے ساتھ شائع کیا۔ متن کی ترتیب تین قلمی نسخوں کی مدد سے کی۔ ان کے حواشی وتعلیقات کی نوعیت کا اندازہ ان کے اس بیان سے ہوتا ہے:

" اکتفی فیها علٰی تنقیح بعض احادیثه وبیان علله وکشف بعض مطالبه علٰی سبیل الایجاز والاختصار۔ " [التعلیق المغنی: ۲/۱]

''میں اس میں بعض حدیثوں پر تنقید کر کے ان کی علتیں بیان کروں گا اور مختصراً بعض کے مطالب بھی واضح کروں گا۔''

اس کے مقدمے میں محدث عظیم آبادی نے امام دارقطنی اور ان کی سنن سے متعلق قیمتی معلومات تحریر کی ہیں۔ یہ کتاب بڑی تقطیع کی دو جلدوں میں مطبع فاروقی دہلی سے ۱۳۱۵ھ میں شائع ہوئی اور اس کے بعد اب متعدد مقامات سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔

''تذکرة النبلاء فی تراجم العلماء'' علامہ محدث ڈیانوی کی غیر مطبوعہ فارسی تصنیف ہے۔ اس کا قلمی مسودہ صاحب ''نزہۃ الخواطر'' مولانا سید عبدالحئی حسنی (والد گرامی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) کو ''نزہۃ الخواطر'' کی تصنیف وتالیف کے لیے ارسال کیا تھا۔ ''نزہۃ الخواطر'' کے متعدد مقامات پر علامہ ڈیانوی کے اس مسودے کے حوالے بھی موجود ہیں۔

''نور العین من فتاویٰ الشیخ حسین'' علامہ شیخ حسین بن محسن یمانی انصاری المتوفی ۱۳۲۷ھ کے فتاوے جنہیں ان کے صاحبزادے شیخ محمد نے مرتب کیا ہے۔ اس کی صرف پہلی جلد ۱۳۲۲ھ کو لکھنؤ سے طبع ہوئی ہے۔ اس کی ترتیب میں علامہ ڈیانوی صاحب نے بڑی دلچسپی لی تھی۔

اسی طرح ''فتاویٰ نذیریہ'' شیخ الکل سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی ۱۹۰۲ء کی جمع وترتیب میں بھی علامہ ڈیانوی کی خصوصی دلچسپی اور کاوش کا ذکر ملتا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی نے ''سیرت النعمان'' میں ائمہ حدیث اور جماعت محدثین سے متعلق توہین واستخفاف کا ارتکاب کیا تھا۔ اس کا مثبت ومدلل جواب علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی نے ''حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان''

کے عنوان سے دیا۔ ’’حسن البیان‘‘ بھی علامہ ڈیانوی کے ایماء و مشورہ اور تعاونِ علمیہ سے تحریر کی گئی ہے۔ ’’حسن البیان‘‘ کی تصنیف کے لیے سید عبدالحئی حسنی صاحب ’’نزہۃ الخواطر‘‘ کو خطوط لکھے۔ اس میں مولانا شبلی نعمانی کے لیے پیغام دیا بلکہ خود نعمانی صاحب کو بھی خط لکھا۔

’’سیرت النعمان‘‘ میں مناقب الشافعی لابن ابی حاتم الرازی (م ۳۲۷ھ) کا حوالہ ہے۔ یہ کتاب ایک ماہ کے لیے عاریۃً مانگی۔ کتنا ولولہ، تڑپ و درد تھا حفاظت حدیث، دفاع فکر محدثین عظام کے لیے۔

مولانا شبلی نعمانی المتوفی ۱۹۱۴ء نے اپنی کتاب ’’سیرۃ النعمان‘‘ میں محدثین پر عموماً اور امام محمد بن اسماعیل بخاری اور ان کی صحیح بخاری پر خصوصاً تنقید کو مشغلہ بنایا۔ مکمل کتاب کا جواب محدث ڈیانوی نے ’’حسن البیان‘‘ کی شکل میں تیار کروایا۔ امام بخاری اور ان کی صحیح بخاری کے لیے ’’سیرت البخاری‘‘ میں اعتراضات شبلی علی البخاری کا بھرپور جواب مولانا عبدالسلام مبارکپوری المتوفی ۱۳۴۲ھ سے لکھوایا۔ ہر طرح کی علمی معاونت کی اور طباعت کے بعد اس کے ایک سو نسخے خریدنے کا وعدہ بھی کیا۔ لیکن افسوس کہ مولانا محدث ڈیانوی اس کی اشاعت سے چند ماہ قبل ہی ۱۹۱۱ء کو انتقال کر گئے۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر بے نظیر کتاب ہے۔ محدث ڈیانوی کی معاونت علمی سے متعلق خود مولانا عبدالسلام مبارکپوری ’’سیرت البخاری‘‘ کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

’’ایک مدت سے میرے دماغ میں امام المحدثین کی سوانح عمری لکھنے کا خیال چکر لگا رہا تھا۔ لیکن بے بضاعتی اور مواد کی قلت کسی طرح اس طرف قدم بڑھانے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ ایک بار جناب مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق صاحب عظیم آبادی سے اس کا تذکرہ ہوا۔ علامہ موصوف نے ہمت دلا کر کتابوں کا پشتارہ لگا دیا اور مواد کے فراہم کرنے کے لیے دور دراز ملکوں میں خطوط بھیجے نسخ مطبوعہ اور قلمیہ برابر میرے پاس بھیجتے رہے۔ علاوہ بریں خان بہادر خدا بخش صاحب مرحوم سی آئی کا مشہور کتب خانہ ایک غنیمت باردہ اور خداداد نعمت تھا۔ میں افسوس سے کہتا ہوں کہ اس اہم کام کے لیے جس قدر مواد کی ضرورت تھی فراہم نہ ہو سکے تاہم جس قدر مہیا ہو گئے بہت غنیمت ہے اور علامہ ابوالطیب کی علم دوست طبیعت کی برکت و خان بہادر خدا بخش خاں مرحوم کے کتب خانہ کا فیض۔ ان دونوں کا شکریہ کسی طرح فراموش نہیں کیا جا سکتا۔‘‘

اسی ذوقِ کتب کتب کے جذبہ صادقہ کے مطابق ’’الحیاۃ بعد المماۃ‘‘ کے مؤلف مولانا فضل حسین مظفرپوری کو اپنا انتیس برس کا جمع کیا ہوا سرمایہ (موادِ علمیہ) سوانح عمری میاں صاحب کے لیے نہایت خوشی و فرحت سے بھیج دیا۔

حدیث و سنت اور عقیدۂ سلف کی حمایت و تائید کے لیے ہر وقت پوری طرح کمربستہ رہتے تھے۔ شریعت مطہرہ قرآن و حدیث کی معمولی مخالفت بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ ڈاکٹر عمر کریم حنفی پٹنوی نے ’’الجرح علی البخاری‘‘ کے نام سے اور سید عبدالغفور عظیم آبادی نے بھی جب حدیث، ائمہ حدیث اور امام بخاری کے خلاف اپنے تصلب حنفیت کی وجہ سے زبانِ طنز و طعن کو دراز کیا تو اس کا جواب علامہ ڈیانوی نے اپنے تلمیذ رشید نامور عالم دین مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی المتوفی ۱۳۶۹ھ سے لکھوایا۔

نیز اس سلسلہ میں ان کی ہر قسم کی مالی اعانت بھی کرتے رہے۔ مولانا بنارسی کی تمام تصانیف ۱۳۲۹ھ تک کی مطبوعہ کتب کے جملہ مصارف خود مولانا ڈیانوی نے ادا کیے۔ بنارسی صاحب کی تصانیف یہ تھیں:

حل مشکلات بخاری، الامر المبرم لابطال الکلام المحکم، ماء حمیم، صراطِ مستقیم بہدایۃ عمر کریم، الریح العقیم، العرجون القدیم......خود مولانا سیف بنارسی نے اس تعاونِ علی البر والتقویٰ برائے دفاع سنت نبویہ ﷺ کا ذکر اپنی کتاب ’’الامر المبرم‘‘ میں کیا ہے۔

مولانا ڈیانوی رحمہ اللہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن کے بھی رکن تھے۔

خدا بخش اورینٹل لائبریری بانکی پور پٹنہ میں استفادہ کی غرض سے تشریف فرما ہوتے رہتے تھے۔ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی ہفت روزہ ’’اہل حدیث‘‘ امرتسر مؤرخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں اس کتب خانے سے

متعلق لکھتے ہیں:

''صوبہ بہار میں خدا بخش خان مرحوم کے کتب خانہ کے بعد جو بانکی پور میں ہے آپ (محدث ڈیانوی) کا کتب خانہ قابل ذکر تھا۔ لیکن ذخیرہ حدیث وتفسیر واسماء رجال کے لحاظ سے آپ کے کتب خانہ کا نمبر اوّل ہے۔''

مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء کو خدا بخش لائبریری تشریف لائے اور یہاں سے استفادہ کے بعد وہ تاثراتی رجسٹر میں یوں رقم طراز ہوئے:

''آج بتاریخ ۱۰ جولائی کو ہم اس مبارک کتب خانہ میں آئے...... اورتحفۃ الاشراف للحافظ المزی اور دیگر کتب قلمیہ نادرۃ العصر کا خوب اچھی طرح سے مطالعہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کتب خانہ کو قائم وباقی رکھے اوراس کے منتظم ومہتمم کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔'' [ماہنامہ ''قومی زبان'' کراچی، ستمبر ۱۹۸۹ء، مضمون ''مشاہیر کی چند نادر تحریریں'' از عطا خورشید]

خود ذاتی کتب کے لیے کتابوں کے حصول کا کیا ذریعہ تھا؟ مولانا شفیع احمد بہاری لکھتے ہیں:

''دو تین ذرائع ایسے تھے جن سے مولانا کے یہاں کتابیں پہنچتی رہتی تھیں، آپ کا ابر کرم چوں کہ ہر شخص کو سیراب کیا کرتا تھا اس لیے عرب سائل، نیز طلبہ جو تعلیم واستفادہ کی غرض سے اقصائے یمن ونجد ومدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً) کے ہوتے، بہ کثرت زیارت کرتے اور اپنے اپنے دامن مقصود کو مالا مال کر جاتے، انہی واردین میں کوئی صاحب اپنے ساتھ قلمی کتاب بھی لے کر آتے اور منہ مانگی قیمت پاتے، مولانا ان کتابوں کو دیکھ کر کلی کی طرح کھل جاتے۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ ایک عرب ''مسند ابوعوانہ'' لائے، مولانا مطالعہ میں مشغول تھے۔ فرطِ انبساط سے بے خود ہو کر اچھل پڑے اور پوچھا کیا قیمت ہے؟ عرب نے جو قیمت بتائی اس سے زائد ہی دی۔

دوسرے مولانا زین العابدین آروی تھے جن کا قیام حیدر آباد میں تھا یہ بھی کتابیں فراہم کیا کرتے تھے۔

تیسرے مجیب اللہ بن حبیب اللہ العظیم آبادی بھی تھے، یہ حضرت بھی مولانا کے لیے کتابیں فراہم کرتے رہتے تھے۔''

[ماہنامہ ''برہان'' دہلی، جولائی ۱۹۵۱ء]

ان کے علاوہ مولانا فتح محمد بھی مولانا کے لیے کتابیں فراہم کیا کرتے تھے۔ [حیاۃ المحدث شمس الحق واعمالہ: ۵۶]

مولانا محدث ڈیانوی کے عظیم کتب خانے کا زیادہ حصہ خدا بخش خان اورینٹل لائبریری پٹنہ میں موجود ہے۔ کچھ حصہ حالات کی دست برد سے ضائع ہو گیا۔ ہماری الٰہ العالمین کے حضور دعا ہے:

﴿ وتوفنا مع الابرار ﴾ [آلِ عمران: ۱۹۳]

''اور موت دے ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ۔''

ایک صاحب ذوق نے ترجمہ مندرجہ بالا حصہ آیت کریمہ کا پنجابی میں اس طرح ترجمہ کیا ہے:

پوری پا ساڈی نال نیکاں دے

❀❀............❀............❀❀

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

نماز کے بعد دعائے اجتماعی اور طائفہ منصورہ کا مسلک اعتدال

تالیف: ابومسعود عبدالجبار سلفی
ضخامت: ۱۳۱صفحات قیمت: ۷۰روپے
ملنے کے پتے: (۱) کتاب سرائے، فرسٹ فلور الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور۔ (۲) فضلی بک سنٹر، سپر مارکیٹ اردو بازار کراچی
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیر تبصرہ کتاب نماز کے بعد اجتماعی دعا کے بارے میں ہے۔ دعا کی اہمیت، فضیلت اور وجوب سے انکار ممکن نہیں۔ دعا کا معنی اللہ کریم سے تضرع و عاجزی سے مانگنا ہے۔ اللہ کریم اپنے مانگنے والے بندوں سے محبت فرماتا ہے اور نہ مانگنے والوں سے ناراض ہوتا ہے۔

بعض لوگ نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کو بدعت قرار دیتے ہیں اور کچھ اسے ضروری قرار دیتے ہیں۔ ان دو انتہاؤں میں صحیح اور مسلک اعتدال کیا ہے؟ یہ کتاب اسی سوال کا جواب مہیا کرتی ہے۔ اس میں دعا کرتے وقت ہاتھ اٹھانے کے دلائل، دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کا فلسفہ، نماز کے بعد دعا مانگنے اور دعا میں ہاتھ اٹھانے کے ناقابل تردید دلائل دیئے گئے ہیں اور اس سلسلے میں مزید ثبوت کے لیے علمائے سلف کے فتاویٰ دیئے گئے ہیں۔ کتاب لائق مطالعہ ہے۔ کارڈ کور اور کمپیوٹر کمپوزنگ ہے۔

اسلامی مہینوں کے غیر شرعی رسوم و رواج

تالیف: تفضیل احمد ضیغم
نظر ثانی: حافظ عبدالسلام بھٹوی ﷾
ضخامت: ۱۴۴صفحات قیمت: ۱۳۰روپے
ناشر: مکتبہ اہل حدیث امین پور بازار فیصل آباد
ملنے کا پتا: مکتبہ محمدیہ، قذافی سٹریٹ، الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

امت مسلمہ بعض دینی امور میں جس تیزی کے ساتھ خرافات کا شکار ہو رہی ہے اور اسلام کی تعلیمات کے برعکس غیر شرعی رسوم و رواج کو اپناتی چلی جا رہی ہے، وہ ایک المیہ سے کم نہیں۔

زیر تبصرہ کتاب میں اسلامی مہینوں کی مناسبت سے ہونے والی بدعات و رسومات مثلاً عید میلا د النبی، شب برات، رجب کے کونڈے، محرم الحرام میں بدعات و نوحہ و مرثیہ خوانی و دیگر الٹی سیدھی نذروں اور نیازوں کا رڈ کیا گیا ہے۔

مذکورہ بدعات و رسومات کا رڈ موجودہ معاشرے میں ایک کڑوی بات محسوس ہوتا ہے مگر اسلامی حمیت و غیرت کا تقاضا ہے کہ اصلاح کی کوشش ہوتی رہے۔ اس کتاب کا یہی مقصد ہے۔

عمدہ سفید کاغذ، مضبوط و خوب صورت جلد، کمپیوٹر کمپوزنگ، اچھی طباعت اس کی اضافی خوبیاں ہیں۔

نصرۃ الباری فی بیانِ صحۃ البخاری

تالیف: مولانا عبدالرؤف ﷫ رحمانی جھنڈانگری
ضخامت: ۲۰۶صفحات قیمت: ۱۷۰روپے
ناشر: الکتاب، ملتان
ملنے کا پتا: مکتبہ محمدیہ اردو بازار لاہور
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

امام محمد بن اسماعیل البخاری ﷫ نے احادیث رسول ﷺ کا جو مجموعہ مرتب فرمایا تھا اسے مختصراً ''الجامع الصحیح البخاری'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ امام بخاری ﷫ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ میں بعمر ۶۳ برس وفات پائی۔ تقریباً سولہ برس کی محنت شاقہ سے کئی ہزار احادیث سے احادیث صحیحہ کا انتخاب فرما کر انہوں نے یہ عظیم کتاب مرتب فرمائی۔

یہ سولہ برس کیسے گزرے۔امام موصوف کہیں ایک جگہ بیٹھے نہیں رہے۔ سیکڑوں میل کا سفر فرمایا۔علمائے حدیث سے ملے۔کئی شہروں اور ملکوں کے سفر کیے۔مسودہ ہمیشہ ساتھ ہی رکھا اور بصرہ و بخارا میں قیام کے علاوہ مکہ و مدینہ شریف بھی پہنچے اور بخاری شریف کی آخری ترتیب وتہذیب جناب رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کے پیارے شہر المدینۃ المنورہ میں انجام دی۔

امام نووی ؒ کی کتاب تہذیب الاسماء کی ایک روایت کے مطابق امام بخاری ؒ ہر حدیث کے اندراج سے پہلے غسل فرماتے اور دعائے استخارہ و دو رکعت نماز ادا فرماتے، پھر کامل اطمینانِ قلبی حاصل ہو جاتا تو حدیث نبوی کا اپنی کتاب میں اندراج فرما دیتے۔اللہ کریم نے امام صاحب کی اس کتاب کو اتنا مرتبہ اور مقام عنایت فرمایا کہ ائمہ حدیث اسے ''**اصح الکتب بعد کتاب الله، الجامع الصحیح البخاری**'' یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآنِ کریم) کے بعد صحیح ترین کتاب ''الجامع الصحیح البخاری'' ہے فرماتے تھے۔

زیر تبصرہ کتاب کے مؤلف برصغیر کے جید عالم دین تھے۔انہوں نے **الجامع الصحیح البخاری** کی صحت اور عظمت کے متعلق ایک شان دار مقالہ مرتب فرمایا۔اسے کتابی شکل میں ''نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔کتاب کے شروع میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی ؒ کا ایک وقیع مقدمہ ہے۔

مؤلف نے امام بخاری اور صحیح بخاری کے متعلق ائمہ حدیث اور علمائے کرام کی روایات اور مضامین سے اخذ واستنباط کرکے یہ مقالہ ترتیب دیا تھا۔صحیح بخاری کی عظمت وشان سمجھنے کے لیے یہ بڑی مفید کتاب ہے۔اور آسان اردو ترجمہ وتسہیل کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔



استاذ الاساتذہ، رئیس جامعہ دارالعلوم غواڑی بلتستان

مولانا عبدالرشید صدیقی وفات پا گئے

مولانا عبدالرشید صدیقی بلتستانی مؤرخہ ۴ فروری ۲۰۱۰ء بروز جمعرات رات وفات پا گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کی پیدائش ۱۳۶۹ھ کو لداخ (ہندوستان) میں ہوئی۔ان کا علاقہ چھور بٹ لداخ ہی کا ایک گاؤں تھا۔ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔اس کے بعد غواڑی بلتستان ہجرت کرکے آ گئے۔دارالعلوم غواڑی میں تعلیمی مدارج حاصل کیے اور بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ رحمانیہ کراچی، جامعہ سلفیہ فیصل آباد اور پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

مدینہ منورہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد تادم آخر اپنی مادر علمی دارالعلوم غواڑی میں ہی تدریسی خدمات انجام دینے کے ساتھ جمعیت اہل حدیث بلتستان کے اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز رہے۔بلتستان کی سماجی ورفاہی خدمات کے علاوہ مدیر تعلیم کی حیثیت سے بھی جامعہ غواڑی میں طلباء کی علمی پیاس بجھاتے رہے۔جامعہ غواڑی سے نکلنے والے علمی مجلّہ ''التراث'' کے مدیر تحریر بھی تھے۔جمعیت اہل حدیث بلتستان کے نائب رئیس اور مولانا شیخ عبدالوہاب حنیف ؒ کی وفات کے بعد رئیس مجلس علمی جامعہ غواڑی مقرر ہوئے۔ان کے سیکڑوں شاگرد ہیں۔

جمعرات کی رات سوتے ہوئے اسلام آباد میں انہوں نے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔پہلی نماز جنازہ جامعہ سلفیہ اسلام آباد میں ہوئی۔دوسری مرتبہ غواڑی میں جنازہ پڑھایا گیا۔جس میں اساتذہ وطلباء کے علاوہ عزیز واقارب نے شرکت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔پس ماندگان میں بیوہ، دو بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں۔اراکین دارالدعوۃ السّلفیہ و ہفت روزہ الاعتصام مرحوم کے غم میں شریک ہیں۔

[حافظ خلاد شاکر (مکتبہ سلفیہ لاہور)، ابو عمار عبدالرحمٰن بلتستانی (دارالدعوۃ السّلفیہ لاہور)]

نوائے جبریل

پیغام سناتے ہیں یہ اب تک لبِ جبریل
ہے ذاتِ محمدؐ ہی پہ ہر خیر کی تکمیل
وہ مدرسے بازارِ تجارت ہیں کہ جن میں
مذکورِ احادیث نہ قرآن کی ترتیل
بے سوز ہے، بے کیف ہے یہ گرمئ محفل
واعظ کے فسانوں میں ہے تخئیل ہی تخئیل
یہ واعظ و صوفی کی حکایات و کنایات
یہ حسنِ مراعات ہے وہ صنعتِ تعلیل
الواحِ زبور آج بھی اس غم میں ہیں خاموش
باقی نہ رہی عصمت اوراقِ اناجیل
اس قوم کے ایمان کا اللہ نگہباں
جس قوم میں ہوتی ہو مزارات کی تقبیل
ہے بدر کا میدان مسلمان کی فردوس
اتنی بھی بہت کچھ ہے اس اجمال کی تفصیل
یہ خانقہی سلسلۂ رشد و ہدایت
کچھ جدتِ تشبیہ ہے کچھ ندرتِ تمثیل
ہو روس کی تہذیب کہ لندن کا تمدن
یہ فتنۂ نمرود ہے وہ مکرِ عزازیل

[ماہرالقادری]